مستعیناً باللہ تعالیٰ و متوکلاً علیہ

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق

بعض اہل بریلی نے فتوائے بدایوں دربارہ اذان خطبہ کے متعلق تحریر بنام بحث اذان
جناب مستطاب صاحبزادہ صاحب مکرم محترم مارہروی وفقہ اللہ وایانا لاتباع الحق الیقین
کی طرف سے شائع کیا اس کے جواب میں یہ مختصر اور نافع مہذب محقق رسالہ

مسمٰی بہ

بحث الاذان

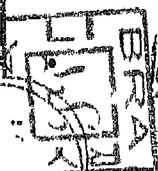
۱۳۳۴ ہجری

مصنفہ

فقیر متوکل استاذ برکاتیہ قادریہ عبدالواحد (مولوی فاضل) بدایونی پیش کش
ناظرین با انصاف اہل سنت وجماعت ہے مولیٰ تعالیٰ قبول فرماکر
نافع اہل قلوب کا ذریعہ فرمائے

باہتمام مولوی حکیم محمد عبدالحمید قادری

مطبع قادری بدایوں میں مطبوع ہوا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا الدین الاسلام وبین لنا الحلال والحرام والصلوۃ والسلام علی سیدنا سید الانام وعلی آلہ وصحبہ واولیاء امتہ الی یوم القیام۔

امابعد حضرات ناظرین اہلسنت کو واضح ہو ہماری طرف سے ایک فتوے استاذی قاضی مولوی محمد ابراہیم صاحب قادری مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں نے مسئلہ اذان خطبہ کی تحقیق میں لکھا تھا جس کو شائع ہوئے ایک سال سے زیادہ ہوا الحمد للہ اس فتوے سے بہت لوگ تقلید اہل تجدید یعنی اذان خطبہ بیرون مسجد سے بچ گئے اب تقریباً ایک سال بعد اس فتوے کے متعلق جو نہ کسی کا رد تھا نہ کسی سے اس میں خطاب بلکہ محض مختصر حکم فقہی اور مسلک مقبول جماہیر فقہا کا اظہار ایک اشتہار تازیانۂ بہر اسنحہ و اشتہار اکا بر عرس مارہرہ مقدسہ میں شائع کیا گیا جو مولوی صاحب بریلوی کے مراسم ارتباط اخلاص و عقیدت و صفائی محبت سے بہت بعید ہے جسکا نام ہنوز ان کو مدرسۂ قادریہ سے اقرار ہے بلکہ افسوس مطلقاً شان علما سے بیگانہ۔ اُس کے جواب میں دستی اعلان مناظرہ لکھکر تو اُسی وقت چسپاں کر دیا گیا تھا اُس کے بعد بدایوں سے مفصل جواب (بریلوی تحریر کا شافی جواب) نامی والا برادرم مفتی حبیب الرحمن صاحب قادری نے شائع و مطبوع کیا اس جواب نے شان تجدید کا لفافہ کھولدیا اور قبولیت عام پائی۔ ان حضرات کے ہر کیا ہے تحش آمیز اور تمسخر خیز پرچہ مباحث علمیہ میں لکھتے ہیں سنجیدہ مزاج و منصف طبع لوگوں نے اظہار افسوس کے ساتھ ان کی غرض شہرت طلبی کا بھید معلوم کر لیا جس کے سبب مختلف چالیں چلی گئیں مخالفین و موافقین کے سامنے نئی نئی خبریں اڑائی گئیں کچھ ایسی مخفی تحریروں کی شکایت ہوئی جس کو آجتک ظاہر نہ کر سکے غرضکہ (باز آید پشیمانی) کا بھی کچھ کچھ ظہور ہوا جس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ بماہ شعبان ۱۳۳۱ھ جب ہم ایک شادی میں بریلی گئے ہوئے تھے تو وہاں کے بعض معتقدین خاص استاذی مولانا ابو المنظور حکیم محمد عبد الماجد صاحب قادری مد ظلہ العالی

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بریلوی تحریر کے طرز بحث زبانی و یاوہ گوئی کا اقرار کرتے ہوئے خواہندگار مصالحت و
معافی ہوئے حضرت مولانا الحکیم نے فرمایا مولوی صاحبان بریلوی کی ہم سے کوئی ذاتی نفسانیت لڑائی نہیں
ان کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہیں خود چلنے کو اور مسئلہ سمجھنے سمجھانے کو مستعد ہوں ان کو یا آپ کو پشیمانی ہے تو اکابر
اہلسنت سے جو گستاخیاں تجدید میں ہوگئی ہیں خداوند عالم جل مجدہ کے دربار میں ان سے استغفار کیجئے نفس مسئلہ
کی تصفیہ و تفہیم ہم ہر طرح چاہتے ہیں اس کے بعد ہم دو روز تک مقیم رہے مگر کچھ جواب نہ ملا۔ اہل بریلی نے تحریر
شافی جواب کو شوق و التجا کے ہاتوں طلب کیا تجدید جدید کا رنگ بریلی سے اور زائد اوکھڑا اب ضرورت
ہوئی کہ کوئی نئی چال چلی جاوے دماغ کی رسائی سے تدبیر یہ سوچی کہ ایک رسالہ جناب صاحبزادہ سید
محمد میاں صاحب مارہروی کے نام سے بحث الاذان نامی شائع کیا گیا جو ماہ شوال میں ان خاکسار کو بلدہ
حیدرآباد دکن میں بتاریخ ۵ ماہ مبارک ۱۳۳۳ھ پہنچا ہر چند کہ رسالہ کو لکھنؤ چھپوایا حقیقت حال کو عوام سے چھپایا
اور اس کی برکت اتنی تو ہوئی کہ اگلا جھگڑا اور مذاق کچھ چھوٹا پڑا اللہ کرے یہ نازیبا علت ہمیشہ کو ان کے دل سے
نکل جائے آمین اللھم آمین۔ کہ ہر جگہ اس کا استعمال نفع رسانی کے بجائے مضرت وہی تک منحصر ہو جاتا ہے بہتر
سمجھا جاتا ہے کہ ایک ڈیپوٹیشن جس کے سرپرست حضرت جناب سید شاہ مہدی حسن صاحب سجادہ برکاتیہ ہوں جنکے
اتباع اقوال کا حضرت بریلوی کو بڑا ادعا ہے اور اس ڈیپوٹیشن میں مولوی وصی احمد صاحب و مولانا عبد السلام صاحب
جبلپوری اور مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی اور حضرت جناب شاہ سلامت اللہ صاحب رامپوری
اور جناب حشمت اللہ صاحب اور اڈیٹر صاحب دبدبہ سکندری و حاجی محمد خان صاحب اور حاجی
لال خان صاحب وغیرہ وغیرہ بھی ہوں مجدد صاحب بریلوی سے کہیں کہ یہ طرز مذاق بدشناعی خود آپ کا ہو
تو آپ اور اگر آپ اور آپ کے طلبہ و اطفال کا مولود ہو تو اس کو ضرور متغیر فرمائیں کہ علاوہ تضحیک و بے وقاری
علمائے خاندان قادریہ برکاتیہ کی شان کو دھبہ لگاتا ہے اور بجائے فائدہ کے نقصان یہی اتحاد اہل سنت کا
ذریعہ ہے مگر ہم نے اس گرو یوں پایا کہ ہمارے سفر بریلی نیز ہمارے وصیتی اشتہار کے ایک ماہ بعد جس کو اس
رسالہ کی غایت و وجہ تصنیف ٹھیرایا گیا ہے صاحبزادہ صاحب سے بدایوں عرس قادریہ میں شرف نیاز
حاصل ہونے کا موقع ملا مسئلہ اذان کا بھی تذکرہ آیا صاحبزادہ صاحب نے فرمایا مسلک جدید ہیں

انکے ساتھ ہوں لیکن اگر کوئی رسالہ لکھوں گا تو تحقیقی وہ بھی اس لئے کہ بعض ہمارے عزیز ہمیں مقلد
بریلوی صاحب سمجھ گئے ہیں پھر فرمایا کہ مجھے اور میرے جناب والد صاحب کو بدایوں اور مدرسہ
قادریہ سے خاص تعلق ہے اور مدرسہ قادریہ سے اپنا تعلق تلمذ بھی ظاہر فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ میں کیا ہو
جاؤں گا یہاں تو میں نے پڑھا ہے اور اپنا عدم طرفداری فریقین کا خیال بھی ظاہر کیا اور
یہ بھی وعدہ کیا کہ میں تقریری افہام و تفہیم کا موقع آپ لوگوں کو بریلوی صاحب سے دلوانے کی کوشش
کروں گا نیز صاحبزادہ کے سامنے بریلوی تشنا کی وہ جسارتیں اور نافہمیاں بھی ظاہر کی گئیں جنہیں حضرت
جناب مولانا محب احمد صاحب قبلہ دامت برکاتہم مخلص خاص مجدد صاحب بریلوی پر الزام تفسیر بالرائے
اور حکم تابید کفر لگایا گیا ہے اور خود جو معنے آیت بیان کئے ہیں مفسرین کرام کا صریح خلاف کیا صاحبزادہ
صاحب نے فرمایا میں بریلی جا رہا ہوں مع ہذا تصنیف رسالہ صاحبزادہ صاحب نے یہ فرمایا کہ
عبد الواحد نے ہم پر چوٹ کی ہے لہذا رسالہ اس کے رد میں جواب میں لکھا ہے یا لکھیں گے اور وہ
بھی اس شان سے کہ اپنا قول غلط کر دکھائیں گے اور بریلوی صاحب کی کھلی جنبہ داری اور منقبت
سرائی کا مجموعہ ہوگا مخالفین مسلک جدید کو چھوڑ کر صرف فقہائے اہل بدایوں ہی کا زور
شور سے رد کریں گے جن سے گہرے گہرے تعلقات جتا رہے ہیں یہاں تک کہ عدم طرفداری کو خود ہی
فرما رہے ہیں نسبت اخلاص و اختصاص قدیم اہل بدایوں کو خود ہی سراہتے ہیں مگر نہ تو بدلیں ان کے
ایسی رد و جرح کا ارادہ ہے کہ اثبات تک نہ چھوڑے جائیں اور باوجود اقرار ملاطفت و دعوی
تلمذ تجہیل خاص علما مدرسہ قادریہ کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑا جائے اور فرعی مسئلہ مانتے ہوئے اختلاف
آئمہ حنفیہ کی مثال دیتے ہوئے حکم مخالفت آیات و حدیث و اجماع لازم کر ہی دیا جائے اگر صاحبزادہ
صاحب خواہ مخواہ ہمارا رد لکھ چکے ہوتے یا لکھنے والے ہوتے تو ہمارے سامنے اظہار کا کون
مانع تھا اور وعدہ عدم طرفداری اور اظہار نسبت تلمذ و تعلق قدیم کا کون جابر ہو سکتا تھا ہم
ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس رسالہ کی نسبت ان کی طرف صحیح نہیں ہے ممکن ہے کہ اس کے بعد اور
بھی کچھ تحریریں انہیں کے نام سے یا اور کسی مارہروی صاحب کے نام سے مخفی حسنا بریلوی

کچھ سود و کچھ تھا کہ کرا کر اور کہیں رنگ آمیزی کر کر یا سرتا پا اپنے دماغ سے تراش کر اُن کے ہمراہ وسایہ
پر ڈھال کر قوم میں بہ پیمانہ شائع کریں بفضلہ تعالیٰ ہم کو اس کی پروا نہیں ہمارے روابط خلوص و عقیدت
محقق صاحب کی طرح بودے اور کچے نہیں کہ کبھی تعریف کی کبھی برا بھلا کہنے لگے بعد عذر معذرت
کے لمبے لمبے قصائد مدحیہ تیار ہو جائیں اور کبھی اُن پر جھوٹی تلطفات و معروضات اعتراضیہ چڑھ جائیں
کبھی کسی طرف ڈھلک گئے کبھی کسی طرف کبھی اچھا کہنے لگے کبھی برا جب تک موافقت رہی خلوص تھا
و بالا حضرت میں قصیدہ بھی ہوا اُن کے دربار کی حاضری بھی ہے جب مخالفت رائے ہوئی تو
سب غت ربود جواب مسئلہ فقہیہ تک ندارد ہم سب متوسلین اور پکے معتقدین ایسی تحریروں کی حقیقت
خوب سمجھے ہوئے ہیں ہم ہمیشہ روئے سخن ظاہری و باطنی اور لسانی و قلبی محقق صاحب کی طرف
رکھیں گے محقق صاحب کی تمنا یعنی تکدر قلوب جو ہمارے اُن کے پیدا نہ ہونے دیں گے
عجیب ہوئی ہے کہ اور متوسلین سلسلہ و طالبین برکات مارہرہ مقدسہ بھی ہمیشہ اس امر کا لحاظ فرماتے
رہیں گے اور اپنے متوسلین کے خلوص عقیدت اور صفائے نیت کی داد دیں گے بالجملہ ہماری رائے میں
یہ تصنیف ایک چال تھی جو چلی اور کھل گیا کہ حضرات صاحبزادوں کے نام سے اپنی شان بچانی
چاہی تھی وہ نہ بنی لہٰذا ہمارا روئے سخن محقق صاحب کی طرف ہے واقعات مذکورہ کو معلوم کر کر کوئی
متوسل مارہرہ مقدسہ ایک گھڑی بھر کو یہ تسلیم نہ کرے گا کہ یہ سارا رسالہ صاحبزادہ صاحب کا ہے
اور کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ صاحبزادہ صاحب کی مفصل گفتگو با وثوق و صدق حقیقی اظہار تعلقات مدرسہ قادریہ
بحضور صاحبزادہ صاحب سے لیے ہوئے نہیں ہو سکے ہیں جو زمانہ تصنیف کا ٹھیک ہے اور اگر یہ رسالہ
وہ لکھتے تو غیر ممکن تھا کہ اُن کے والد ماجد قبلہ مدظلہم کو خبر نہ ہوتی اور خبر ہوتے یہ محال عادی تھا کہ
وہ یہ امر روا رکھتے کہ ارباب مدرسہ قادریہ سے بطرز نامناسب مذکور رسالہ بازی کریں خود حضرت سید صاحب
قبلہ نے خانقاہ محمدی احمدی برکاتی میں جناب استاذی مولوی حکیم عبد المجید صاحب سے فرمایا
کہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول بدایونی قدس سرہٗ بریلوی مسئلہ کی تغلیط فرماتے تھے حالانکہ اس سے ایک
اس کے صریح خلاف تحریر ہے کہ حضرت ممدوح نے تغلیط نہ فرمائی دیکھو رشاق جواب برکاتی ایراد اشاعۃ گیا کہ

یہ رسالہ سید صاحب قبلہ کی اطلاع میں طبع ہوتا تو اتنا بھی نہ فرماتے کہ حضرت رحمۃ نے اس کی تخابط فرمائی ہے ایسی صریح غلطیاں نہ لکھنا چاہئے ایسے صریح شواہد کے ہوتے سمجھنے والے خوب سمجھ گئے کہ یہ سارا رسالہ صاحبزادہ صاحب کا نہیں حالانکہ رسالہ خود اپنی اندرونی رکاکت سے بھی ہرگز اس قابل نہیں کہ کسی فاضل محقق کی طرف منسوب ہو ہاں اس رسالہ کو صاحبزادہ صاحب کی تصنیف وہی سمجھ سکتا ہے جو اُن کی شان علمی سے واقف نہ ہو یا اس رسالہ کی اظہر من الشمس غلطیوں اور رکاکتوں کو نظر انداز کر دے۔ اس رسالہ کی طرز تحریر نے خود فیصلہ کر دیا کہ اس کا مصنف کوئی نرا مقلد ہے ورنہ محقق کو کسی کی اُردو تصانیف کی ہر جگہ حوالوں کی کسی شخص کو زائد از ضرورت سراہنے کی کسی کو لفظاً معنیً بُرا کہنے اور دوسرے کے الزامات اور اس سے مطالبات اپنے سر لینے سے کیا کام لہٰذا اس تحریر میں ہمارا روئے سخن صرف محقق بریلوی صاحب کی طرف ہے نہ صرف اس وجہ سے کہ ہماری طرز آشنا طبیعت نے بریلوی صاحب کو پہچان لیا ہے (بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش، من انداز قدت را می شناسم) بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اس رسالہ کے تمامی مضامین و قایہ سلامت اللہ۔ اذان من اللہ۔ فیصلہ حقہ وغیرہ تحریرات مردودہ انجمن اطفال و طلبا بریلی کے اقتباسات ہیں۔ بعض اہل تحقیق کی رائے ہے کہ خود جناب فاضل بریلوی یعنی مولوی احمد رضا خان صاحب کو تو استخراج مسائل در ملیات وجفریات و نجوم و ریاضی و مکاشفات سے فرصت کم ہے طلبہ و اطفال گلشن تعلیم کے نو خیز نونہال کارروائی چلا رہے ہیں لیکن کوئی رسالہ محققہ خود ان کے نام سے اس وقت تک شائع نہ ہوا جناب مولوی صاحب موصوف کو اشتباہ کا رفع کرنا اور اپنے شہرت علم کے مطابق شان تحقیق و تہذیب بہ نیت اصلاح و تفہیم رسالہ شائع کرنا لازم ہے کہ غریب مسلمان دھوکہ میں نہ پڑیں اور اُن کی شان مجددیت و امامت کو نقصان نہ ہو والآن اشرع فی المقصود مستفیضا من واہب التحقیق والجود۔ محقق صاحب نے تعامل ائمہ سلف بتا کر یہ ثابت کیا ہے کہ فرعی مسائل میں مخالفین اور دشمنیاں اور سب و شتم طریقہ سلف کے خلاف ہیں لیکن چال یہ چلی ہے کہ یہ دشمنیاں وغیرہ راہپور اور بدایوں والوں کی طرف

مشورہ رفع اشتباہ

منسوب کی ہیں حالانکہ اولاً خود آپ نے درپردہ تمام علما سلف اور بزرگان دین اور علانیہ موجودہ
علما کو نام لیکر خلاف شان علما الفاظ لکھے اس پر بھی علما نے صرف نفس مسئلہ کا جواب دیا آپ کے
الفاظ تمسخر و مذاق کو منہ بھی نہ لگایا تب آپ نے اور بھی فحش الفاظ لکھنا شروع کیے آخر بعض بعض
لوگون نے آپ کو جواب دیا لیکن کیا ممکن کہ کوئی بھی آپ کا مقابلہ کر سکے دنیا میں آپ کا شور اور
زور تقریر کی دھوم دھام ہو رہی ہے اب آپ کس ہوشیاری سے اپنی عصمت ثابت کرنا چاہتے
ہیں اور کس کس طرح مسلمانوں کے معارضوں سے بچنا چاہتے ہیں یہی ان پر ذاتی حملہ ہے کہ کوئی
شخص ان کے دعوے عصمت کو نہ مانکر انکا ایجاد کیا ہوا مسئلہ رد کرے جب ان کو سباب و فحش سے
روکا جائے اور مباحثہ فرعی عملی دینی شرعی میں تشدد و تمسخر ضلع جگت چھوڑنے کو کہا جاوے
تو کہا جاتا ہے کہ دہقانیوں سے اردو معلی کا مقابلہ نہیں ہو سکتا انگور کھٹے اور قرآن عظیم اجانتو
میں جو کفار کو جہنمی شیطان وغیرہ فرمایا ہے وہ پیش کیا جاتا ہے کہ ان میں بھی ایسا ہی تو
ہے افسوس صد افسوس کہاں وہ مقدس الفاظ مظہر شان جلال کہاں پھکڑ خصم اور جورو
اور تین ٹکڑوں کا بیچ والا غائب وغیرہ وغیرہ پہلو دار شہوانی ظرافت سراپا کثافت نفسانی
نعوذ باللہ منہ اللہ تعالے تہذیب حقانی و اخلاص ایمانی عطا کرے۔ قولہ اذان ثانی میں سنتیہ
کریمہ تو یہی تھی کہ دوسری اذانوں کی طرح یہ بھی خارج مسجد ہو۔ اس دعوے کا ثبوت نہ ہونا تھا نہ ہوا
اور نہ ہو جس کے جز سیاہ ہوئے مگر سوا روایت ابو داؤد علی الباب کے اور نہ ملا علما نے چیلنج
دئے اشتہاری انعام مقرر کیے مگر سب ہضم اور دعوے بڑے بڑے ڈھیل۔ قولہ مگر اسلام جاہل کے
لوگوں میں کس وجہ سے اس کے خلاف رواج پڑ گیا اس لفظ زمانہ حال کی تجدید ہی شان
تجدید یا کشف جدید سے کیوں نہ کی اس کا ثبوت بھی آپ کی گردن پر سوار ہے۔ قولہ حضرات
بدایوں کا خلاف فرمانا جسمیں سخت افسوس کی بات وہی رنگ رامپور یعنی احقاق حق
اور حمایت طائفہ بریلی سے اعراض ورنہ جدل نزاع ذاتیات فحش تمسخر کے رنگ میں جو رنگے
ہوئے ہیں انسے دنیا واقف ہے۔ قولہ مسجد برکاتی احمدی میں اسی پر عملدرآمد ہے مسجد کو

جناب نے جن بزرگوں کی طرف منسوب کیا ہے وہ انہیں حضرات کرام کا تعامل ملاحظہ کیا ہوتا اور
حضور سیدنا شاہ برکت اللہ صاحب البرکات و حضور اچھے صاحب رحمۃ اللہ علیہما کا عمل دیکھا
ہوتا جن کو کم از کم دو سو برس کا عرصہ گزر ہی چکا اب اس مسجد قدیم متبرک کا کلید آپ ہی جناب
سے ہی احکام تجدید سے بزرگان سلف کے خلاف ہوا ہے۔ دیکھئے روایت حضرت امام شافعی
علیہ الرحمۃ کہ قبر مطہر حضرت امام الائمہ علیہ الرحمہ پر پہنچ کر خلافت امام اعظم رحمۃ کو ترک فرمایا اور اپنا
تعامل حضوری آستانہ مرشدان عظام (از حضرت خواجہ توفیق ادیب) قولہ ابھی ابھی
مجھے تحریر بدایوں کی مفصل حالت خود دیکھنا مناسب معلوم ہوئی اس عبارت کی نکت
صاف ظاہر ہے کہ صاحبزادہ صاحب کی تصدیق نہیں پہنچی ہیں فی الحقیقت جناب صاحبزادہ
صاحب نے اپنی نسبت بلند اور کلی ثبوت مجددی قوالی کا اظہار کیا تھا اس وقت سے ان کا کوئی رشتہ
قصبہ بدایوں والوں سے نہیں ہوا اور جو فرض الزام مخفی بریلوی نے قائم کیا ہے وہ اس وقت کہا
صاحبزادہ صاحب کو پیش نظر تھا اگرچہ اول وہ بدر کا اظہار فرماتے۔ اس واقعہ میں جو بات بہت
زور کے ساتھ کہی گئی ہے وہ بدایوں والوں کا منافق سے قرار ہو جانا کہ بدایوں کا حق خود
صاحبزادہ صاحب سے بدایوں میں نہایت ادب سے عرض کیا تھا کہ آپ مدعیان تجدید سے دو دو
باتیں کرا دیجئے اور حضور نے وعدہ کیا تھا تو کیا بہ خلاف واقعہ بدایوں والوں کی طرف نسبت قرار
کر سکتے ہیں یہی دلیل ہے کہ رسالہ صاحبزادہ صاحب کا نہیں۔

قولہ مسلم کہ صاحبزادگان سے حضرت صاحب نے کس صاحبزادگان کو مراد لیا ہے مستثنی ہے جناب
تو کچھ ایسے مجبور ہو گئے جیسے کچھ جانتے ہی نہیں وہ صاحبزادگان مراد ہیں جن کے متعلق ہوتا کہ یا
کہ ہاں بعض اکابر تھا آپ کی تحریروں سے متاثر ہو کر رسول کے جناب جن کا تعامل بحمد اللہ
مسلک کرام کے مطابق ہو گیا ہے مسلمان تو انصاف کیا ہے جناب مولوی بریلوی کی
خبر تھی اور یہ بھی معلوم تھا کہ کون کون صاحبزادہ بریلوی مسلک کے خلاف ہیں یہی صاف
دلیل ہے کہ رسالہ ان کا نہیں ہے۔ قولہ ایک تاریخ [illegible]

لکھا تھا کہ جو اکابر بریلوی صاحب کی تجدید سے مطابق تحقیق علیحدہ ہو گئے ہیں اُن کو یا فریب چکر میں پھانسنا مقصود ہے اس پر بریلوی صاحب نے نئی چال چلی کہ گویا ان لوگوں پر چوٹ ہے جو ہماری تجدید کے موافق ہیں۔ بریلوی صاحب کیا حق کو حق اور باطل کو باطل کہنا کسی پر چوٹ ہوتی ہے اگر یہی ہے تو آپ نے سارے زمانہ پر چوٹ کی اور جمہور اہل اسلام سے دشمنی رکھی۔ قولہ تو ہم لوگ معاذ اللہ فریب و چکر میں پھنسے ہوئے ہیں نہیں محقق بریلوی صاحب فریب میں پھنسے ہیں آپ کے دشمن آپ کے آبا و اجداد (معاذ اللہ) آپ کے پیران سلسلہ تھے جن کو کبھی سنت پر عمل کرنا نصیب نہ ہوا اور آپ کا تو فریب میں پھنسنا محال بزرگوں کے لئے تو یہ کہکر چھوٹ جاؤ گے کہ حق ایک نور ہے جو خاص خاص لوگوں کے دلوں پر نازل ہوتا ہے۔ لہذا اسلاف کو تو کیا اپنے لئے تو معاذ اللہ اور بزرگوں کے لئے صاف اقرار کہ ان کو نور حق نصیب نہ ہوا بزرگوں سے یہ معاملہ آپ کا خاصہ ہے۔ قولہ ہمارا روئے سخن اس تحریر کے رد میں انھیں فاضل صاحب ہی کی طرف ہے۔ ہمارا روئے سخن محقق بریلوی صاحب ہی کی طرف ہے اور رہے گا جو جدال موجود کے سرچشمہ تجدید ہیں۔ قولہ اس پوشیدگی میں جو راز ہے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں اور اس اظہار میں جو پوشیدگی ہے وہ بھی اہل نظر سے پوشیدہ نہیں قولہ ایک ہی عبارت معتبر مستند فقہ حنفی کی ارشاد ہو جائے جس سے اذان خطبہ کا داخل مسجد ہونا واجب ہو رہا ہو گویا آپ نے تو خروج ثابت ہی کر دکھایا سبحان اللہ۔ بریلوی صاحب ہم تو بحمد اللہ عبارات واضح دکھا چکے اور آپ کی خاطر پھر دکھاتے ہیں۔ امداد الفتاح میں عند المنبر عنایہ میں عند المنبر و نقلا عن الطحاوی عند المنبر مجمع الانہر میں عند المنبر در مختار ہدایہ جامع الرموز رد المحتار بحر الرائق تبیین فتاوی حمادیہ میں بین یدی کافی مبسوط عینی اور عالمگیری میں علی المنبر نیز عالمگیری میں اذان المنبر ہے اہل انصاف و تحقیق تو ان کو دلائل واضحات قطعیہ ہی سمجھتے ہیں اور اذان دروازہ یا فناء مسجد و مسجد پر ان کو کھینچ تان کر منطبق کرنا عقلاً نقلاً کسی طرح ٹھیک نہیں جانتے۔ رہی ہٹ دھرمی اس سے کوئی شئی نہیں بچتی جہاں چاہو تاویل کر لو بریلوی صاحب نے ایک مخدوش محتمل حدیث لفظ علی الباب کی خاطر ان صحیح الفاظ کو تاویلات رکیکہ معانی بعیدہ پہنائے ہیں حالانکہ یہ بناء الفاسد علی الفاسد ہے قولہ بلکہ صراحۃً اسکا خلاف

خاص اذان خطبہ کو خارج مسجد لکھا ہے و بکرہ فی المسجد کے فقرہ کے لئے چھٹے ہوئے کی سوا اور بھی کوئی
لفظ منھ سے نکلیگا یا زبان زوری ہی رہے گی جو مایہ ناز ہے۔ قولہ فتح القدیر باب الجمعہ میں خاص
اسی اذان کی بحث میں وہی تصریح فرمائی ہو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھتہ الاذان فی داخلہ
دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکتے وقت یہ تو سوچ لینا چاہیئے کہ شاید کسی کی آنکھ میں نہ پڑے اور وہ
مطالبہ کرے تو کیسی ہو اچھا ذرا دکھا دیجئے تو کس نسخے کس چھاپے کے فتح القدیر میں باب الجمعہ
میں خاص اس اذان کے بحث میں یہ قول ہے چلو اسی بارے میں تمھارے ایمان و تجدید کا
فیصلہ ہے کہ یہ قول خاص اسی اذان کے بارے میں فتح القدیر میں دکھا دو۔ قولہ ذرا ثبوت تو
دیجئے عرب و عجم و عراق و روم و شام و ہندوستان کے کتنے دیار و امصار میں آپ کو جانے کا
اتفاق ہوا۔ آپ کو اس کا کیسے یقین آگیا کہ عراق و روم و شام ملک ہیں بھی آپ نے یہی کیوں
نہ لکھا کہ ذرا ثبوت تو دیجئے کہ کتنے دیار و امصار میں آپ کو جانے کا اتفاق ہوا یہ شہر موجود بھی ہیں؟
یونہی فرضی نام لکھ دئے۔ کیونکہ عرب شریف تو خیر آپ ہو آئے ہیں، روم و شام و عراق شاید خواب میں
بھی نہ دیکھے ہوں تو پہلے سوال وجود کرنا چاہیئے پھر دیکھنے یا نہ دیکھنے جانے نہ جانے کا سوال ہوگا
ترتیب سوال سیکھیئے ناظرین اس پر لطیفہ ملاحظہ کریں کہ خود تعامل عام تسلیم کر چکے ہیں ملاحظہ ہو۔
مگر اللہ اعلم کس وجہ سے حال کے لوگوں میں اس کے خلاف رواج پڑ گیا ہے شاید حافظہ نباشد۔
قولہ یہ محض غلط ہے اولاً کیا آپ نے اصل فتویٰ بریلی نہ دیکھا۔ پیارے مسلمان بھائیو کس بلا کی
ہے ایک خود تسلیم کردہ واقعہ کو غلط بتا رہے ہیں حالانکہ اصل فتوے بریلی میں حرمین شریفین کا
اپنے خلاف تعامل دیکھ کر اس کو جاہلوں کا تعامل اور وہاں کے موذنوں کو بلکہ تمام علماء کو
معلوم کیا کیا کچھ بتا چکے ہیں اب فرماتے ہیں یہ محض غلط اس پر یہ ستم ظریفی کہ اصل فتویٰ بریلی
دیکھو اب خیال ہوتا ہے کہ شاید بصرہم نباشد افسوس کہ صاحبزادہ صاحب کی طرف ان
غلط بیانیوں کو منسوب کرتے شرم بھی نہ آئی۔ اول تو علماء حرمین کی طرف نسبت جہل دوم
اصل فتوے کا غلط حوالہ۔ قولہ العبد العاجد حدیث موجود ہے جس کی صحت باوجود کئی جزو

سیاہ کرنے کے کچھ بھی ثابت نہ کر پائے اور نہ کبھی کر سکیں قولہ ائمہ واجلہ کی تصریحیں موجود
جن کا حال فتح القدیر اور امام اتقانی کی عبارت والی تحریف سے ظاہر اور ان سب علما کا ماخذ
جسے آپ نے اذان مذکور کا علی الباب ہونا نقل کیا ہے وہی محمد ابن اسحٰق کی روایت مجردہ
کا لفظ محتمل علی الباب پھر کیا خاک تصریح ہوئی کچھ تو انصاف کا بھی لحاظ رکھو یا ہمیشہ تعصب
میں ہٹنے کی قسم ہے۔ قولہ فقہا نے جو حکم عام فرمایا اول تو یہ حکم فقہاء احناف کا متفق علیہ نہیں
اختلافی ہے جب جامع الرموز سے ظاہر ہے وفی الجلالی انہ یؤذن فی المسجد او ما فی حکمہ لا فی البعید
اور اس پر طرہ کہ اذان عام کے متعلق اور اذان جمعہ سے بوجہ بیان خصوص محل غیر متعلق پھر ان
عبارات میں خود شواہد کہ وہ اس اذان خطبہ سے غیر متعلق ہیں ان عبارات فقہا لا یؤذن
ویکرہ فی المسجد سے استثنا وعند المصنف المحقق نرا خرط القتاد واللہ الناوی الی الحق والسداد
قولہ اس سے بڑھکر آپ کا وہ زعم ہے کہ اذان خطبہ پر لفظ اذان کے اطلاق سے یہ حکم عائد ہوگا
ان کا اطلاق امامت پر بھی آتا ہے یہاں اب قرآن وحدیث واجماع سب کو پشت دیکر اس
اطلاق کو اذان ہی سے خارج کیا چاہتے ہیں اور اس پر اقامت کی طرح اذان کا اطلاق ہے
عبارت فتوے بدایون کا مطلب واضح تھا کہ لفظ اذان کے اطلاق وعموم ظاہری کی وجہ سے
یہاں لفظ اذان وارد ہوا اس کو اس حکم میں شامل ماننا ضروری نہیں کیونکہ جب کوئی فرد کبھی
یا ہے حکم عام سے مستثنیٰ اور خارج ہوا اور وہ حکم اس فرد سے تعلق نہ رکھتا ہو تو وہ فرد اگرچہ
اصل کے اعتبار سے اس عام میں شامل تھی مگر بسبب لحوق خصوص حکم خارج میں ہوئی اور اس کا
اطلاق اس پر اور فرد مجازی پر اس اعتبار کا ایک سا ہوا جب باوجود دلیل خصوص وخروج
کوئی کوتاہ بین ناقص الفہم صرف اطلاق لفظی کو دیکھکر اس کو منہ زوری سے شامل کرنا چاہتے تھا کہ اگر
صرف اطلاق لفظی تیری چشم انصاف کو خیرہ کر رہا ہے تو کیا اطلاق لفظی فلاں فرد مجازی پر نہیں ہے
یہ نہیں آپ کی منہ زوری کے جواب میں مضمون بالا کو لکھا گیا یہ مطلب نہیں کہ اذان خطبہ کو ہم حقیقۃً
اذان ہی نہیں کہتے بطور مجاز کہتے ہیں کہ آپ اپنی خوش دماغی سے قرآن وحدیث واجماع کے

بیش پیش ڈالنے کی لمبی چوڑی بے تکی ہانک لگانے لگے اور ایسی لغو بیہودہ سرائی کرتے شرم بھی
نہ آئی افسوس۔ قولہ حدیث صحیح ابوداؤد جس کو انھوں نے اپنے سکوت سے صحیح یا کم از کم
حسن ہونا مانا محققین حنفیہ کی وہ نفیس تحقیقیں جنھوں نے بہت جگہ ابوداؤد کے مسکوت عنہا
احادیث پر جرح قدح کیں اُن کو نامقبول رکھا تمھارے خیال میں سب مردود اور سب فقہاء
حنفیہ سے زائد فضل والے سکوت ابوداؤد افسوس سچے حنفی مقلد اور مذہب حنفی کے حامی و
مؤید ہو لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ وقایہ وغیرہ میں سکوت ابوداؤد کے حجت و صحیحت ہونے پر بہت
زور دیا اور قریب اجماع کے اس کو ٹھہرا کر اپنے امامت حدیث کا نمونہ دکھایا اور سندوں میں
جو عبارات عندہ وغیرہ تھیں اُن پر نظر نہ کی جس پر معمولی طلبہ مطلع ہیں یہی وہ تحقیقات ہیں جنکو
مایۂ ناز ٹھہرایا گیا ہے افسوس۔ قولہ ابن خزیمہ نے صحیح میں داخل کیا صحیح ابن خزیمہ کے روایات
کی بحیثیت قبول و عدم قبول بھی اسی حکم میں ہے امام عینی اور دیگر محققین حنفیہ کی تحقیقات کے
حوالے سے جب لکھو گے تو ہم بھی مفصل بات چیت کریں گے یار باقی صحت باقی کا مضمون ہے قولہ
اسی سے علمائے بین یدیہ ہونا اس اذان کا ثابت کیا۔ محققین فقہ حنفیہ کی صدہا عبارات ہیں
جن میں اس اذان کا بین یدیہ ہونا بتایا ہے مگر شروح یا فتاوے میں اس حدیث کا حوالہ
نظر سے نہیں گزرا حوالہ توارث کا دیتے ہیں جو شرعاً حکم شہرت و تواتر میں ہے یہ کہنا کہ صرف
اس حدیث محمد ابن اسحٰق پر بین یدیہ کا مدار ہے اور علمائے احناف صرف اس سے ثابت
کرتے ہیں تشکیک و تدلیس ہے آپ کتنا ہی دھوکا دیں مگر محقق منصف آپ کے دام میں
نہ آئے گا فافہم ولکن لا تفہم پھر روایت بین یدیہ اور روایت علی الباب میں جو فرق عظیم ہے
یعنی تحدیث و عنعنہ کا وہ کیوں غتربود کر کے تلبیس و تدلیس سے عوام کی عقلوں کو پھانسا گیا
کیا اسی کا نام دیانت ایمانی ہے افسوس۔ قولہ کیا اذان بین الیدین بدلائل قاطعہ ثابت
نہ کر دیا کہ مسجد کے چند اطلاق ہیں جو بات آپ کے دماغ شریف میں گھس جائے بس وہ نص ہے
اور قطعی بھی یقینی بھی خواہ وہ کیسی ہی ضعیف و سخیف ہو خواہ اس کو کسی روایت سے عبارت

تحقیق سکوت ابوداؤد

ثابت کیا ہو یا نہو عجب نکبر وا وہام پہنچتی ہے مجتہد مطلق مثلاً حضرت امام الائمہ امام اعظم کے مسائل اجتہادیہ تو قطعی نہ ہوں اور وہ بدلائل قاطعہ ثابت نہ ہوں مگر بریلوی تخیلات مرتبہ وحی کا پا جائیں اور دعویٰ کیا جائے کہ حق ہمیشہ ہماری طرف ہوتا ہے۔ قولہ معتکف فنا مسجد میں جا سکتا ہے بے ضرورت معتکف کو مسجد متعارف سے باہر فنا مسجد میں جانا رہنا سونا بیٹھنا اٹھنا درست ہے اس کا ثبوت کتب فقہ سے دیجئے کہ یہ قول مفتی بہ و مسلم فقہ حنفی کا ہے۔ قولہ اتنے تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث اس اذان کے بمعنی مراد اہل حق خارج مسجد ہونے میں صریح ہے نہ ایک عجب تو نہ سمجھ دار ذی انصاف کو معلوم ہوا نہ ان رسائل مزخرفہ او تطویلات مموہہ وقایہ و فیصلہ وغیرہ سے کبھی معلوم ہو سکے کہ یہ حدیث نص صریح ہے اور تو اور معنی مراد اہل حق کی تعیین بھی تو ابھی نہ کر سکے وہ معنے آپ نے تجویز کئے ہیں ایک دیوا فصیلیں دروازہ ایک فنا مسجد تو عبارت فتح القدیر میں فی حدودہ کی ضمیر سے کونسے مراد ہیں واہ واہ بدلائل قاطعہ یہی نص صریح ہے سچ تو یہ ہے کہ نص صریح کہنے والا اصحیح و بالغ اور منصف و دیانت دار ہرگز نہیں ہو سکتا عند المنبر بین یدی الخطیب قریبا منہ علی المنبر وغیرہ وغیرہ متعدد الفاظ و عبارات تو دلائل صریح نہ ٹھہرے اور لفظ علی الباب نص صریح بنجائے کہ جو اس کا منکر ہے گویا منکر نص صریح کا حکم پائے یہ بریلوی اجتہاد و تجدید و امامت و اخلاص و دیانت ہے جتنی منطق تنی درایت نہے اللھم اھدنا الی الحق ثالثا وہ حدیث اہل حق کے نزدیک نا معتبر ہے کیونکہ اس میں ایک راوی وہ ہیں جن کا حال تدلیس رسائل مفصلہ میں مذکور ہے۔ قرب کی بحث میں محقق صاحب نے عجیب دورنگی ظاہر فرمائی ہے اور نئی نئی چالیں چلی ہیں اوّل تو فرماتے ہیں کہ قریبا منہ تم کو کیا مفید قرب امر اضافی ہے بریلوی صاحب ذرا اضافت تو دیکھنی ہوتی کہ یہ اضافت ہی جناب کی جان کو وبال ہے کیونکہ عند المنبر اور بین یدی المنبر کا ہونا اس اذان کے خصوصیات سے تو آپ کو بھی مسلم اور ان الفاظ کا ایسے قرب پر دال ہونا بھی جناب کو مسلم ہے جو اذان جمعہ کے لئے ضروری ہوئی جہاں

اس اذان میں باعتبار اذان اوّل زیادتی قرب ہی ہے اب ذرا سوچیے اور پھر ایک عربی جملہ میں
دونوں کا اظہار مقصود ہو تو ہم سے سنو الاذان الثانی قریب من المنبر بالنسبۃ الی الاذان الاوّل
اور اذان اول حدود مسجد میں ہونا چاہیے لہذا حدود مسجد شامل بعد ہوئے اور جو اذان حدود
مسجد میں ہوگی وہ اس اضافت سے بعید ہوئی کیونکہ قرب اس کا مضاف ہے تو معلوم ہوا کہ
اذان ثانی میں خصوصی قرب من المنبر بمقابلہ اذان اوّل کے جو حدود مسجد میں ہوتی ہے ہونا چاہیے
اور وہ خصوص قرب نہیں ہے مگر فی المسجد۔ اب اسمیں یہ مقدمہ ملا لیجے کہ القریب من المنبر
بالنسبۃ الی حدود المسجد مسجد فالاذان الثانی فی المسجد نتیجہ برآمد ہوا آپ کا دعوے تو باطل
ہوگیا۔ پھر اب فرمائیے کہ قرب کا امر اضافی ہونا ہی الٹی آنتیں گلے پڑنے کا مصداق ہوگیا
ہاں اگر آپ اس لفظ قرب کو مہمل ثابت کریں اور اس کی جگہ اصلاح فرما کر کلام فقہا میں لفظ البعید
داخل کردیں تو آپ کا مدعا خروج ثابت ہو جب قریب کے امر اضافی ہونے سے کچھ مطلب
حاصل نہ ہوا تو نئی ترکیب نکالی کہ مسجد بقعہ واحدہ ہے اس کے ہر جزو سے قرب کل سے قرب
ہے لہذا اگر کنارہ مسجد سے بھی قرب ہو تو بھی قرب مسجد سے ہے۔ یہ تقریر کرتے وقت مصنف تحفہ حنفی
صاحب نے اپنے بھولے پن کا ثبوت دیا ہے گویا ساری مسجد جز لا یتجزی ہے کیوں جناب کیا مسجد
مسئلہ محاذات مرد و عورت میں اور مسئلہ مرور میں حکم بقعہ واحدہ میں ہے بینوا توجروا۔
جی ہرگز نہیں۔ ذرا سوچ سمجھ کر بات کیا کرو ہر جگہ ایک حکم نہیں ہوتا۔ فتوے نویسی بہت مشکل ہے
دوسرے غریب کو قرب من المسجد اور قرب من المنبر کا فرق معلوم نہیں۔ یہ تو کہیے کیا آپ
سو رہے ہیں یہ بحث قرب من المنبر کی ہے یا قرب من المسجد کی ؎

این رہ کہ تو میروی بترکستان است

مختفی صاحب قرب من المنبر قرب من المسجد سے خاص ہے قرب من المسجد میں تو خارج مسجد ہونا
لازمی ہے اور قرب من المنبر سے داخل مسجد ہونا ثابت اگر کوئی بے ادب کہے کہ میں نے قریب منبر
پیشاب کردیا تو پہلے آپ اس پر فتوی دیں گے یہ بندہ مسجد نہ ہوگا کہ مسئلہ اذان کے قرب سے

قرب کے معنے مسجد سے باہر کے ہیں جہاں پیشاب کرنا کوئی جرم نہیں فافہم ولکن لاتفہم ابدا اچھا ہمنے
مانا کہ مسجد کے جزو سے قرب منبر سے قرب ہے تو پھر منبر سے قرب باب سے قرب کیوں نہیں اور آپ
اذان داخل مسجد عند المنبر کو علی الباب کیوں نہیں کہتے سب تاویلیں اور احتمال غریب منبر ہی
کے سر کیوں ہیں علی الباب میں کیوں قرب بریلی کی مسجد سے چار گز سے گزر کر منبر تک نہ جاسکا
بین یدی کی بابت یہ چال چلی کہ چاروں کتابوں میں تو قرب کی تصریح نہیں لیکن جب بین یدی
پر نظر پڑی تو بے اختیار پکار اٹھے کہ بین یدی کے معنی عام ہیں قرب و بعد سے وجہ
جامع صرف ابصار ہے ہم بار بار سمجھا چکے کہ یہ معنی حقیقت عرفی نہیں اور یہاں وہ بالاتفاق
فریقین مقبول نہیں پس اس کا ذکر اور اس بنا پر اعتراض کیونکر ٹھیک ہوسکتا ہے لفظ بین یدی
کا خاص اذان جمعہ میں آنا کہ مطلق قرب یعنی فنا مسجد تو تمام اذانوں میں ہے صرف بتلارہا
ہے کہ اذان جمعہ میں کوئی مخصوص قرب ہے جو اور اذانوں میں نہیں لہذا دخول متعین
یہاں تک تو محقق بریلوی بین یدی کے معنی صرف ابصار کے کہتے رہے لیکن آگے چلکر
قرب کا انکار نہ ہوسکا تو نئی آواز نکلی یہاں کس نے انکار کیا کہ بین یدی میں ایسا قرب بھی نہیں
ہوتا یعنی جیسا قرب ہم میں اور ثریا میں ویسا ہی اذان اور منبر میں ہونا چاہئے تو پھر معلوم
کہ اللہ تعالے کو اذان کے زمین پر اتارنے کی کیا ضرورت تھی آسمان رابع پر حضرت عیسے علیہ السلام
سے اذان دلوا دیتے اگر جناب یہ فرمائیں کہ اس سے اذان کی غرض حاصل نہ ہوتی تو نہایت
ادب سے عرض ہے کہ اس اذان کا قرب و بعد غرض پر موقوف ہے اور اب اس اذان جمعہ
کی غرض اعلام انصات ہے اور التفات ہر مسجد میں خروج سے حاصل ہوتا ضرور نہیں لہذا
دخول متعین۔ قولہ قریبا من المنبر کی بھی تصریح نہیں یہ سچ ہے کہ لفظ قرب نہیں ہے لیکن جب
بین یدی اور عند کو قرب آپ بھی تسلیم کرتے ہیں تو لفظی تصریح نہیں تو معنوی تو ہے ہی جو آپکے
مقصود تحدید یعنی رد خروج کے لئے کافی ہے۔ قولہ نہ کہ ان کے مقصود اس قرب خاص
معین کی جو گز دو گز یا ڈیڑھ گز سے زائد نہ ہو یوں گز یا سوا گز یا ڈیڑھ گز یا پنجم و ششم گز اس کی تعیین و تحدید

افترا اہل تجدید ہے اس وقت تک اہل حق قائلین دخول مسجد کی طرف سے کوئی خاص تحدید تحکم
بالشقوق قطون انکو انکی نظر نہ آئی اصل مقصود داخل مسجد قریب منبر ہے اگر میدنہ دوسری
یا تیسری صف میں بنا ہو یا محراب دالان مسجد پر بنا ہو جس پر اطلاق لفظ علی الباب بھی
صحیح ہے اور حدیث و فقہ سب متفق ہوئے جاتے ہیں جب ہمارا مقصود حاصل ہے
اپنے دل سے دعوے تراش لو دوسروں کے ذمہ اس کو ڈالو یہ کوئی شان انصاف
نہیں ہاں جو اذان دالان و صحن مسجد سے ہی باہر خاص باب احاطہ مسجد پر یا اس کے باہر فنار
مسجد میں ہو وہ عند المنبر نہیں ہے بلکہ عند المسجد ہے لہذا اس پر یہ الفاظ فقہی منطبق نہوں گے
قولہ آجتک کوئی صاحب نہ بتا سکے عبارات کتب فقہ برابر الصیار سے زیادہ قرب خاص پر دلالت
کر رہے ہیں لیکن آپکا دماغ اُن کو نہ قبول کرے تو مجبوری ہے بین یدی اور عند المنبر ہونا اس
اذان کا اب انصات کیلئے ہے اور ہر الصیار کو انصات لازم نہیں کہو الصیار سے زیادہ دلالت
خاصہ ہوئی یا نہیں آخر اہل تجدید بھی جو حدود مسجد کے قائل نہیں تو کیوں مسجد کے حدود کے
باہر سو یا دو سو گز دور جہاں الصیار ہو اور غرض انصات حاصل نہو نہیں مانتے یہ دلالت خاصہ
نہیں تو کیا ہے۔ قولہ کیا جبریل یہ کہہ رہے ہیں کہ جو کچھ ایک دو ہاتھ آگے ہے وہی اللہ کا ہی کہا
جبریل علیہ السلام یہ کہہ رہے ہیں کہ جو کچھ ہمارے ہاتھوں کے آگے ہے وہ کچھ فاصلہ چھوڑ کر
اللہ کا ہی ہر گز نہیں بلکہ اس کی ابتدا اتصال حقیقی سے شروع اور اس کی انتہا کی کوئی حد
نہیں کہو اس کا قیاس مسئلہ اذان پر ہے تمیزی ہوئی یا نہیں قولہ کیا اب بھی نہ کھلا کہ عبارت
راغب سراسر بدایونی مقصود اصلی کے منافی ہے۔ اگر آپ کے فہم کے مطابق عموم خصوص
بھی تسلیم کر لیا جاوے تو ان دونوں میں تنافی عجیب بات ہے اور خاص بریلوی اصطلاح ہو
تو دوسری بات ہے۔ قولہ جی مگر وضعت الطعام بین یدیہ کی حقیقت عرفی میں اس سے بھی
تنگ تر الخ جی قیام موذن بین یدی المنبر اور جلست بین یدی ایک حکم میں ہوگا اس کے مقابلہ
کے لئے وضعت الطعام بین یدیہ کی تنگی اور ثریا و عرش اعظم اور آٹھ ہزار برس کے پھیلاؤ

آپ کی مخبوط الحواسی پر دلالت کرتا ہے ذرا تو غور و انصاف سے کام لیا کرو قولہ کم از کم دلیل صحیح سے
یہ ثابت کرنا تھا کہ اذان بین یدیہ میں خصوص مقام و قرائن حالیہ سے وہ قرب مستفاد ہو جو مسجد کے
اندر ہی رہے۔ پہلے ہم نے متعدد پیرایوں کا لفظ لکھا تھا تو آپ نے بڑا شور مچایا تھا کہ عبارتیں چھوڑ کر
پیرایہ کا لفظ اختیار کیا ہے اب سمجھے کہ لفظ قرائن مجبوراً آپ کو بھی تسلیم کر کر لکھنا پڑا بیشک قرائن واضحہ
عبارات فقہا او مقصود اذان خصوص محل پر دلالت کر رہے ہیں کہ نہ اتصال حقیقی ہو اور نہ وسعت
بے انتہا بلکہ اس کی حد ہے اور وہ فی المسجد کہ خروج مسجد کے بعد عند المسجد کا اطلاق عند المنبر سے
احق و اصح ہے کیا یہ تھوڑا ثبوت ہے۔ قولہ صحاح وغیرہ میں جو بین یدی کو صرف امام و قدام سے
تفسیر کیا ان کی یہ تفسیر کیوں نا قابل قبول ہے انھوں نے حقیقت ہونے کی تصریح نہیں کی
بخلاف امام راغب وغیرہ کے حقیقت عرفی حقیقت لغوی پر مرجح ہوتی ہے پس نقصان و غلطی کی سمجھ
بیکار پھر وہ تفسیر بیان آپ کے نزدیک بھی تو نا قابل قبول ہے پھر خود اپنے آپ سے کیوں نہیں
پوچھتے۔ قولہ بر تقدیر اول عبارت راغب و کشاف و مدارک میں جو بین یدی کی تفسیر کی ہے ان میں
کہیں بھی اس قرب خاص کا پتہ ہے کچھ تو سمجھو عبارات راغب وغیرہ سے یہ دکھانا مقصود ہے
کہ حقیقت بین یدی میں باعتبار عرف وہ قرب معتبر جو جہت امام و قدام سے اخص ہے اور بحمد اللہ
ان عبارات سے بخوبی ثابت ہے باقی وہ قرب خاص جو اذان عبارت فقہا و یؤذن بین یدی
میں حد معین رکھتا ہے اس کا عبارت امام راغب میں تلاش کرنا اور سوال قائم کرنا لغو بات
ہے کہ یہ کسی کا دعویٰ ہی نہیں کہ امام راغب وغیرہ خاص اذان جمعہ کا مسئلہ بیان کر رہے ہیں
یا وہ کوئی باب صلوۃ الجمعہ لکھ رہے ہیں۔ قولہ تو امام راغب وغیرہ کی بات معتبر ہے یا اوس
کثیر جماعت کی اس کا جواب ہم اوپر بیان کر چکے۔ قولہ کیا آپ کو نہیں معلوم اذا جاء الاحتمال
بطل الاستدلال اگر آپ کو یہ معلوم ہوتا تو حدیث علی الباب اور قالوا لا یؤذن فی المسجد سے
کبھی استدلال نہ کرتے مگر سچ ہے دیگراں را نصیحت خود را فضیحت۔ قولہ تو غایتہ ما فی الباب یہ
نفی تصریح ہوئی پھر نفی تصریح تصریح نفی تو نہیں۔ جب امام راغب وغیرہ کے قول سے

یہ ثابت کردیا گیا کہ بین یدی باعتبار حقیقت عرفی قرب کیلئے ہے صرف محاذات خالی از قرب پر اُس کا حمل مجازی تو جب تک کسی عبارت کے متعلق تصریح نہ ہوگی یا قرینہ واضحہ قائم نہوگا کہ یہاں معنی حقیقی مراد نہیں ہیں مجازی مراد نہوں گے اور ایسے موقع پر نفی تصریح تصحیح نفی کا ہی حکم رکھے گی بالخصوص جبکہ صرف محاذات خالی از قرب مراد ہونا خلاف قول فریقین بلکہ خلاف اجماع ہے ایسی کھلی بات کو نہ سمجھو تو خدا تمہاری عقل کو سمجھے۔

لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

قولہ فتح شرح قدوری میں اسی بین یدی کی تفسیر اے فی حذائہ موجود ہے پھر یہیں کیا مضر اور آپ کو کیا مفید کیا اس سے محاذات مطلقہ مراد ہے جو آپ خوش ہو گئے۔ جی محاذات مطلق بالاجماع مراد نہیں اگر مطلق مراد ہو تو آپ اس کا ثبوت دیجئے اقول اور آپ جب تک یہ نہ ثابت کرلیں عبارت فقہاء سے جنہیں لفظ بین یدیہ وارد ہے آپ کا اس قرب مخصوص یعنی تنہا از خروج الفناء و قرب مخصوص تو بالاجماع ماننا ہی پڑے گا عام کا وجود خارجی بغیر خاص کے اور مطلق کا وجود بغیر مقید کے کہیں ہو سکتا ہے اور ہر عام کو عام اور ہر مطلق کو مطلق مراد نہونا اس مقام پر سب کو تسلیم ہے۔ آپ نے جو قرب مخصوص اپنے لئے مراد لیا ہے کیا اُس کے لئے فقہ سے کوئی نص صریح ہے اگر فنا مسجد سے ایک گز یا ایک بالشت ہٹا تو وہ قرب باطل ہو جاتا ہے اور اگر کسی مسجد کی فنا ہی نہ ہو تب تو وہ قرب معدوم محض ہوتا ہے ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور پھر لکھتے ہیں کہ فقہاء کرام نے روایت ابن اسحٰق علی باب المسجد کو نقل کرتے ہوئے جو عند الباب و عند المسجد یا بین یدی الباب وغیرہ الفاظ جو خروج مسجد پر دال ہوتے استعمال کئے اور وہ الفاظ جو عرفاً داخل مسجد پر دلالت کرتے ہیں استعمال کئے اور کہیں روایت ابن اسحٰق کو بطور سند بھی ذکر نہ کیا ہر جگہ توارث اور تعامل سے استناد کیا تو اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے نزدیک یہ اذان داخل مسجد ہے۔ اگر وہ لفظ داخل المسجد بھی صراحۃً لکھ دیتے تب بھی مجادلہ کی گنجائش تھی کہ شاید دروازہ مسجد کے قریب ایک بالشت ہٹکر اور صحن مسجد اور صحن مسجد

اور محراب والان مسجد اور صف ثانی اور ثالث اور پایہ زیرین منبر کے مکانات کی تعیین کہاں لکھی ہے ہاں کچھ تسوا اور فٹ بالشت لکھ دیتے تو یہ مجادلہ ہوتا کہ ہماری فٹ مراد ہے یا کپڑے کا فٹ وغیرہ اور بریلوی فٹ ہے یا بدایونی اور اصل زمانہ سلف کا بالشت مراد ہے یا زمانہ خلف کا تو ایسے شاعر و مائر کے مناظرہ کی کہانی تو قیامت تک ختم ہونے والی نہیں

قولہ فقہانے ذکر اذان جمعہ میں جو بین یدیہ فرمایا اوس میں اس کی اصلا تصریح نہیں کہ یہاں یہ بدایونی قرب مخصوص مراد ہے آپ ہر جگہ جو اس قرب کو بار بار بدایوں کی طرف نسبت دیتے ہیں تو کیا دنیا کو اندھا بنانا خود اندھے بنکر چاہتے ہیں مکی مدنی رومی شامی ہندی بغدادی بلکہ ہندوستان میں عامہ بلاد بلکہ خاص بریلوی قرب یہی ہے یعنی داخل مسجد اور فقہاء کرام کی عبارات میں بھی بحسب عرف یہی مراد ہے کہ فی فناء المسجد کو عند المنبر کہنا خلاف عرف ہے۔ پس یہ عبارت خود اس ارادہ پر دال ہے کما مر مرارا۔ قولہ عبادت بدیہہ کو کس طرح محاورات اہل عرف پر محمول چھوڑ دیتے محل قیام مؤذن کوئی ایسی عبادت بدنیہ نہیں کہ اس کی تحدید کے لئے فقہاء کرام کو فٹ یا بالشت لکھنے کی ضرورت ہوتی نہ یہ کوئی ایسا مسئلہ تھا کہ اس پر حکم صحت یا فساد یا عذاب و ثواب مرتب ہوتا جب یہ بتا دیا گیا کہ اس اذان کی غایت اعلام شروع خطبہ و الصلوٰۃ ہے تو منصف فہیم کے لئے تعیین مکان ہوگئی یعنی داخل مسجد قریب منبر امام کے روبرو۔ فناء مسجد میں یا دروازہ پر قیام مؤذن سے یہ غایت حاصل ہونا لازم نہیں۔ اہل تحدید یہ حدود فناء مسجد میں اذان کے قائل ہیں پھر آخر ان حدود کی کوئی تحدید ہے یا نہیں۔ فناء مسجد باعتبار مساحت مختلف ہوتی ہیں پھر یہاں پر عبادت بدنی کیوں مطلق چھوڑ دی گئی کہو جواب الٹا پڑا یا نہیں۔

قولہ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ شرعاً صفوف میں امام سے قرب مقصود ہے الخ کیا خوب اختلاف عرف و شرع والا ہند کی مثال بریلوی صاحب نے مسئلہ صفوف فی الصحراء کو بنایا ہے حالانکہ اگر بریلوی صاحب فقہاء کی اسی بیان علت پر غور کرتے کہ مسجد بقعہ واحدہ ہے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ معنی قرب تو متعین ہیں لیکن مسجد کے بقعہ واحدہ ہونے کی وجہ سے حکم جواز اقتدا میں اتنا ہی قرب کافی ہے اور یہ حکم

مخصوص بالاقتدار فی المسجد ہی مسئلہ اذان میں قرب من المنبر ہے اور منبر کا حکم مسجد میں ہونا ثابت نہیں کہ مسجد کے جزو سے قرب منبر سے قرب ہو جائے بریلوی محقق صاحب بحث یاد رکھا کیجئے غلط بحث کرنا ٹھیک نہیں۔ ذرا یہ بھی فرما دیجئے کہ قرب مقتدی من الامام مستحب اور بعد مکروہ ہے یا نہیں کہئے اب آپ کا وہ عرف فقہی کا کلیہ کہاں گیا اور بقعہ واحدہ کا حکم میں اعتبار کیسا غدر بود ہوا سچ تو یہ ہے کہ اگر اسی فتوے نویسی پر ناز ہے تو غریب عوام اہلسنت کو پریشان اور حیران کر ڈالو گے خدا سے ڈرو سچا اخلاص وخشیت فروتنی غور وتدبیر کام میں لاؤ حب سیادت تفاخر وغرور وتکبر اعجاب بالرائے تعجیل ہٹ دھری امراض باطنیہ سے نفس کا تزکیہ کرو اللہ تعالے ہم کو اور تم کو اپنا سچا مخلص بندہ بنائے اور مسائل فرعیہ واصلیہ ظنیہ قطعیہ میں تشدد بیجا تعدی وتجاوز عن الحد سے محفوظ رکھے اللہم صلح بیننا بالحق واہدنا الی الحق۔ قولہ عبارات فقہا میں لفظ بین یدی المنبر سے معنی مراد کی تعیین اس قرب مخصوص میں بقول آپ کے اس وجہ سے ہوئی کہ وہ علماء اہل سنت کا معمول ہے تعیین مراد ان تمام وجوہ سے ہوئی جو ہم نے تفصیلا عند وبین یدیہ وغیرہ کی بحث میں تحریر کی ہیں کہ یہ الفاظ باعتبار عرف عام اہل عرب وعجم فقہ وحدیث دخول پر دلالت کرتے ہیں ان کی دلالت اور کسی چیز پر موقوف نہیں کہ دور لازم ہو ہاں اس کے شواہد خارجیہ میں سے ہو اب بھی اگر تعیین مراد نہ ہوئی ہو تو ہم کو سمجھ لیجئے ہمارے پاس آئیے ہم کو بلائیے جس طرح ہو سمجھئے سمجھائیے۔

قولہ کہئے دور ہوا یا نہیں جی نہیں دور نہ ہوا دور کی حالت تو ابھی ہم نے ظاہر کی بریلوی صاحب اگر تکلیف نہ ہو تو دور کی تعریف ہی کسی طالب علم سے پوچھئے پھر ہمیں بھی سنا دیجئے تو ہم بھی دیکھیں گے کہ آپ کے یہاں کی نئی تعریف دور کیا ہے۔ قولہ جنہیں قرب منبر اذان دئے جانے کا تو ایک میں بھی ذکر نہیں الی ان قال اور ایک میں تو سرے سے اس کا کچھ ذکر ہی نہیں کہ اذان کہاں دیجائے۔ فتوے بدایوں میں چار عبارتیں نقل کیگئی ہیں ایک عینی کی ایک در مختار کی اور عالمگیری کی ایک عبارت کے متعلق اس نے لکھا ہے کہ اس میں سرے سے مقام اذان کا ذکر ہی نہیں حالانکہ اس میں صاف تصریح ہے بحیث السعی

ویکرہ البیع عند اذان المنبر الی ان قال والمعتبر اول الاذان بعد الزوال سوا کان علی المنبر او علی الزوراء اور اس کا ترجمہ بھی خود آپ نے لکھا ہے بیع کب سے مکروہ ہے بعض نے فرمایا کہ اذان منبر کے وقت اصح یہ ہے کہ اذان جو بعد زوال ہے اس وقت سے بیع مکروہ ہے خواہ وہ منبر والی اذان ہو یا منارہ والی۔ کیوں جناب یہ اذان منبر منبر والی اذان آپ نے لکھی آپ کو یاد نہ رہی۔ اور تین عبارتوں میں لفظ بین یدی تھا جس کے متعلق آپ نے انکار کر دیا کہ قرب کا ان میں ذکر ہی نہیں ان کے نزدیک گویا تمام اہل لغت کی وہ تمام عبارتیں جن میں بین یدیک کے معنی قریب منک کے لکھے ہیں سب مہمل ہیں صرف اس قصور میں کہ انھوں نے اپنی کتابوں میں یہ بھی تحریر کر دیا کہ کبھی یہ لفظ محاذات کیلئے بھی آتا ہے اب گویا مولوی بریلوی کے نزدیک پہلے معنی غلط ردود ہوگئے اور اہل لغت کے لفظ قریب کے معنی بھی بحکم تجدید بعید ہوگئے۔

ان کے بعد مختفی صاحب نے عند کی بحث کی اسمیں دو نئی چالیں چلیں۔ ایک یہ کہ عند بمعنی میں ہے اور جواز ناجواز پتہ سے ثابت نہیں ہوتا لیکن یہ بات مختفی صاحب نے نہایت پتہ کی فرمائی ہے اور اس سے اُن کے علم کے ساتھ ہی اُن کی قوت فہم و عقل کا بھی پتہ لگ گیا سوال یہ ہے کہ پتہ معروف و مشہور سے ہے یا معدوم الوجود سے اور ان فقہا کے زمانہ میں اذان عند المنبر ہوتی تھی یا نہیں اگر ہوتی نہ تھی تو اس سے پتہ کیا بطور اخبار بالغیب دیا گیا ہے کہ آج سے دو چار یا پانچ سات صدی بعد ایک اذان خلاف سنت عند المنبر ہوا کرے گی اس وقت سے بیع وغیرہ حرام ہوا کرے گی اور آجکل کے لوگ اذان عند المنبر کو جانتے ہی نہیں لہذا انکے نزدیک یہ ایک مہمل عبارت ہے ان کو ہم نے یہ مسئلہ بتایا ہی نہیں ان سے دل لگی کی ہے اور پتہ غیر معروف و مشہور بلکہ معدوم الوجود سے دیا ہے اور اگر ہوتی تھی اور نہ معروف و مشہور تھی کہ پتہ میں وہی بتائی گئی گویا اس کے خلاف طریقہ لوگ جانتے ہی نہ تھے تو کیا ایسی مشہور معروف صریح معمول چلی بدعت کا رد فقہا پر ضروری نہ تھا یا صرف گول گول الفاظ کہہ دینے سے

یہ فرض ادا ہو جاتا تھا اگر ضروری تھا تو بریلوی صاحب کو قسم ہے اپنی شان تجدید کی کہ کوئی عبارت
فقہاء کی اس مضمون کی دکھائیں کہ اذان ثانی کا داخل مسجد ہونا ناجائز ہے اور یہ شہرت
و تعامل صحیح نہیں یا فقہاء کو بھی مجدد مائۃ حاضرہ سمجھا ہے کہ جس مسئلہ کو چاہیں چھپا دیں اور جس
مسئلہ کو چاہیں گول گول لکھدیں اب ہم بتانا چاہتے ہیں کہ اس عند نے کس زمانہ تک کے تعامل
کا پتہ دیا عالمگیری کے پتہ سے زمانہ حضرت عالمگیر غازی رح کا تعامل معلوم ہو گیا طحاوی رح کی تحریر
سے جو ۱۲۳۱ھ میں فوت ہوئے ایک ہزار برس کا تعامل معلوم ہوتا ہے اور طحاوی نے جو کہ حضرت
حسن بن زیاد متوفی ۲۰۴ھ تلمیذ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے لہذا گیارہ سو
برس کا تعامل اسی لفظ عند کے پتہ سے معلوم ہو گیا سب سے بڑھکر خود حضرت امام الائمہ امام ابو حنیفہ
کا تعامل ہے کما فی العالمگیریہ عن الحسن بن زیاد عن ابی حنیفۃ ھو اذان المنارۃ لانہ لو انتظر
الاذان عند المنبر یفوتہ اداء السنۃ ابھی اگر اہل تجدید جدید مانیں تو انصاف خدا ترسی ہے
اسی عند کے پتہ نے حضرت مہلب رض تابعی متوفی ۸۳ھ کے تعامل کا بھی پتہ دیدیا بلکہ مہلب رض نے تو
حکمت دخول بھی مصرح فرمادی اور بریلوی تجدید کا دروازہ بالکل بند کردیا والحمد للہ علی ذلک
اس اذان کا بفضلہ تعالیٰ وعونہ قرون خیر سے داخل مسجد ہونا طالب حق کے نزدیک مبرہن ہو گیا
رہتے مکابرین ان کے لئے تو تمام براہین بیکار ہیں جب کلام فقہاء میں کہیں اس کا انکار موجود
نہیں تو ایک حکم عام جس سے اس خاص کی استثنا کے وجوہ موجود اور ایک حدیث کے لفظ محتمل
متروک العمل بالاجماع کی خاطر تمام عبارتوں کو مبہم مجاز وغیرہ ٹھہرانا چہ معنی دارد دوسری انوکھی چال
یہ ہے کہ بریلوی صاحب نے عبارت عالمگیری میں ہمارا استدلال لفظ عند کو سمجھکر عند اذان المنبر کا ترجمہ
سُنا دیا اور بڑی ہی تقریر فصیح و بلیغ سے یہ ثابت کردیا کہ بدایوں والوں کو ترجمہ کرنا بھی نہیں آتا
یہاں عند اتصال زمانی کے لئے ہے الخ حالانکہ وہ کہیں فتوے بدایوں سے یہ ثابت نہیں
کر سکتے کہ ہمارا مابہ الاستدلال لفظ عند اذان المنبر تھا ہم عبارت فتوے بدایوں بھی نقل کئے دیتے
ہیں تاکہ ان کی چالاکی کا راز کھل جائے دوسری جگہ عالمگیری میں ہے وقال الطحاوی یجب السعی

ویکرہ البیع عند اذان المنبر وقال الحسن ابن زیاد (الی ان قال) سواء کان علی المنبر او علی المزدراء بریلوی صاحب بتلائیں کہ فتوے بدایوں میں کس جگہ لفظ عند اذان المنبر کا ترجمہ اتصال مکانی سے کیا ہے ہمارا مستدل اس عبارت میں لفظ علی المنبر تھا اور ہم نے مانا کہ لفظ عند اذان المنبر ہی تھا تب بھی لفظ عند مستدل نہ تھا بلکہ لفظ اذان المنبر تھا جس کو بریلوی صاحب نے ذکر بھی نہ کیا لے دوڑے لفظ عند کو اور اس پر اتنا طوفان برپا کیا کہ الامان الحفیظ جنابا ہم نے تو پہلے ہی کہدیا تھا کہ اگر شمس العلوم کے طالب علموں سے شرم آتی ہے تو منظر الاسلام کے ہی طالب علموں سے پہلے فتواہ بدایوں پڑھ لیا ہوتا تب رد کرنے چلے ہوتے اب اگر عالمگیری کی وہ عبارت دیکھنا ہو جس میں لفظ عند المنبر ہو تو عن الحسن بن زیاد عن ابی حنیفہ الخ معائنہ فرمائیے اب کہئے کہ اس کا ترجمہ وقت منبر کے ہوا یا نزدیک منبر کے اتصال زمانی ہے یا مکانی۔

قولہ کیا آپ اس کا ثبوت دے سکتے ہیں کہ فقہاء کرام نے جامع الرموز میں بعد قول عند المنبر کے اس کی تفسیر قریبا منہ سے کی ہے آپ لفظ عند المنبر ہی دکھا دیجئے نہ دیکھے بھالے غلط حوالے دینے سے باز آئیے ایک لفظ بعد قول عند المنبر کا جو زلت قلم ناسخ تھا آپ کو کیا مل گیا کہ آپ جامہ سے باہر ہو کر سفیہانہ طور پر بچوں کی طرح رقص میں آ گئے آخر بین یدیہ کی تفسیر میں تو قریبا منہ ہے اور مفاد دونوں کا بداہتہ ایک ہے اب محصلین دیکھئے او حجاب علم و وقار کی روشن لیجئے لفظی ہیر پھیر کے چکر میں نہ پھنسیے تو خیر نونہال بچوں کی شوخی اور طراری سے باز آئیے منصف محقق کے نزدیک حنفی کتابوں میں بین یدیہ یا عند المنبر ہے وہ سب حقیقت میں قریبا من المنبر کا مفاد دے رہے ہیں یہ سب الفاظ ہمارے مقصود یعنی قرب مخصوص دخول مسجد پر باعتبار حقیقت عرفی شہود صادق ہیں اور خروج مسجد سے گریزاں۔

اب ذرا بریلوی صاحب کی بحث علی کا بھی حشر سن لیجئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ علی بھی بیت میں ہے جو بھی ایسا پتہ دیا کہ خروج کا ورود و تک پتہ نہ رہا اور معلوم ہو گیا کہ زمانہ تصنیف

مبسوط تک جنمیں لفظ علی موجود ہے) دخول ہی مشہور و متعارف بلکہ بلانکیر معمول فقہا تھا
اس کے بعد بریلوی صاحب نے علی کے دو اور معنی بیان کئے ایک تو لزوم یعنی اذان ملازم منبر
دوسرے مصاحبت یعنی اذان مع المنبر اول تو یہ معنی مکان کو بھی شامل یعنی ملازما للمنبر فی المکان
ومع المنبر فی المکان جس سے صاف ہمارا مدعا ثابت یہاں لزوم ومعیت مراد لیتے ہیں لفظ
استعمال وغیرہ مجبوراً مقدر ماننا پڑے گا استعلاء و لزوم اور معیت مکانی کے ہوتے اتنا تکلف
کرنا اور استعمال کا لفظ محذوف ماننا غیر ضروری بلکہ ناجائز و تاویل القول بما لا یرضی بہ قائلہ
الحمد للہ کہ ان طویل مگر ضروری بحثوں سے کالشمس فی نصف النہار ظاہر ہو گیا کہ الفاظ بین
یدیہ عند۔ علی۔ قریبا صراحۃ دخول مسجد پر دال ہیں اور تجدید کی جانوں کو وبال سر کے ساتھ
ہی ساتھ خود بریلوی کی زبان سے زمانہ امام اعظم رضی اللہ عنہ تک دخول مسجد کا معروف و مشہور
بلانکیر ہونا ثابت وما ذا بعد الحق الا الضلال۔ کیسا صاف صریح فیصلہ ہے کہ ان کے زمانہ تک یہ
یہ اذان داخل تھی اور ان کے نزدیک بھی حکم شرعی متوارث تھا اگر رسم ناجائز و بدعت
سئیہ کی طور پر ہوتی تو صاف وصریح الفاظ دالہ علی الخروج موجود تھے۔ لکھ دیتے کہ یہ
اذان خاص خطبہ خارج مسجد یعنی فلاں ہونا چاہیے نہ یہ کہ ایسے الفاظ استعمال کئے جو دخول مسجد
پر دلالت واضحہ کر رہے ہیں اور ایسے الفاظ لکھنے سے آجتک وہ بدعت یوں ہی چلی آئی گویا
فقہا ایسے الفاظ لکھکر موجب اشاعت بدعت ہوئے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

قولہ قرب جو عند الشرع اس اذان میں معتبر ہے ہماری سر آنکھوں پر نہ آپ کے قرب مخصوص۔

کہ سو اس کو متوارث لکھنا درکنار ابھی تک یہی ثبوت نہ دے سکے کہ انھوں نے
اس کو ایک جگہ بھی لکھا ہو بلکہ انھوں نے صراحۃ اس کا رد فرمایا ہے بار بار سمجھانے سے آپکو
کیا فائدہ بیکار ہے کیونکہ آپ کے سمجھنے کی امید منقطع ہو چکی تم ہرگز نہ سمجھو گے تمھاری سمجھ
میں یہ بات گھس گئی ہے کہ اذان عند المنبر اور بین یدی المنبر اور قریب المنبر خارج مسجد
کو کہتے ہیں ایسی سمجھ کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں جب ہی تو لکھتے ہو کہ صراحۃ اس کا

رد فرمایا ہے القانی وفتح کا حوالہ جیسا کچھ ہے معلوم۔ قولہ حدیث ابو داؤد شریف کہ اس
پاک و مبارک زمانہ میں یہ اذان باب المسجد پر ہوتی تھی الخ وہی حدیث جس کا راوی متفرد
مدلس عن المجاہیل و مشتہر منہم اس کے علاوہ علی الباب میں کتنے احتمال پھر کیا تم کو نہیں
معلوم کہ لفظ علی الباب بمعنی حقیقی باجماع امت متروک ہے پھر اسی کی کتنوں سے لگائی ہے
ذرا تو سوچا کرو۔ اس کے علاوہ بین یدی اور علی الباب کے بمعنی تجدید دوستی کیلئے مسجد کی
توڑ پھوڑ موجب ملال ہے اور اگر کہیں جانب شرقی میں دیوار غیر ہو تو علی الباب تجدید کی جاتا ہو
وبال۔ قولہ جب آپ کے نزدیک بھی دس میں آپ کے دیکھے بھالے شہر عامۂ بلاد اسلامیہ
ہیں الخ سب شہروں کو جانے دیجئے یہ بتلائیے کہ یہی دو چار جو میرے آپ کے دونوں کے
دیکھے بھالے ہیں اور جہاں بڑے زور کے ساتھ سوید بن خروج لٹھ چلاتے ہیں اور فساد کرکے
جان توڑ کوشش کرتے ہیں ان میں کے مسجدوں میں اذان باہر ہوتی ہے اور جہاں ہوتی
ہے تو کے دن سے۔ دوسرے یہ کہ تعامل کا ذریعہ صرف ایک العیار ہی نہیں اور بھی ذریعہ
اختیار ہیں ذرا شرح عقائد نسفی ملاحظہ کری ہوتی۔

قولہ اور آپ اپنے سے دو چار پشت اوپر کا ثبوت دیسکیں یہی ہم اپنے ہی سے نہیں بلکہ
آپ کے اوپر کی چار پشتوں کا بھی و نیز آپ کے پیران سلسلہ آپ کے اساتذہ آپ کے
ممدوحین و محسنین بلکہ آپ کو تحریر و تقریر سکھانے والوں اور عالم اہلسنت بنانے والوں کا تعامل
دکھا رہے ہیں مگر مطابق فان القول ما قالت حذام۔ آپ کسی کی کاہے کو مانتے ہیں۔

قولہ بیرون دروازہ نکال کے کس لیے پھینکا۔ چند سپر سی کے خسرو راجہ پشت
خوب ابھی آپ کو یہی نہیں معلوم کہ فنا مسجد میں آپ اس کا حکم دیتے ہیں تو دروازے کی قید
کہاں اب لیجئے حدیث بھی اور گئی علی الباب کی قید بھی قصر دا سمجھے یا نہیں۔

قولہ دروازہ سے بھی باہر اس اذان کا ہونا کیسے لازم کیا؟ آپ اس کو فنا مسجد میں
ہونا جائز تو مانتے ہیں اور بہت جگہ فنا مسجد بعید عن الباب ہوتی ہے چہ جائیکہ بعید عن المنبر

اسی صورت میں آپ پر خود بخود بعد عن الباب لازم ہے چہ جائیکہ خروج عن الباب کہکر مکرنا کیا شان انصاف ہے پس آپ پر ان اطلاقوں کی حسب محاورہ عرب صحیح ثابت کرنیکی کیوں ضرورت نہیں۔

قولہ چھٹے اذان باب المسجد پر ہو اور خود صحابی اہل زبان سائب ابن یزید اسے بین یدیہ کہیں کیا یہ صحابی آپ کے نزدیک عرب نہ تھے یہ سوال آپ کا بنا ء الوہم علی الوہم ہے اسی میں تو کلام ہے کہ علی الباب قول صحابی کا ہے یا نہیں گویا آپ نے ساری بحث تفرد تدلیس عن الضعفا دیکھی ہی نہیں کیا خوب اور پھر لفظ علی الباب کا خروج پر نص صریح ہونا کس کو تسلیم ہے پس آپ کا یہ کہنا کیسا اب بھی کچھ شک رہا کہ محاورہ عرب میں عند اور قریبا دونوں کا اطلاق اذان علی الباب پر صحیح ہے تشکیک حرام نہیں تو اور کیا ہے کیوں سمجھے یا نہیں۔

قولہ کیا جب حضور منبر پر تشریف فرما ہیں تو آپ اجازت دیسکتے ہیں کہ ایک شخص عین مواجہ اقدس میں صحن مسجد شریف سے خارج کھڑے ہو کر چلائے بیشک پستی آواز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم روحی لہ الفداء کے مواجہ سے شروع ہوتا ہے عین منبر کے متصل سے کھنچتا ہوا صحن کو شامل ہوتا ہوا دروازہ پر پہنچتا ہوا حد مسجد سے بھی باہر جاتا ہوا وہاں تک پہنچتا ہے جہاں سے چلانے والے کی آواز حضور کے سمع مقدس کو تکلیف نہ پہنچائے کیا آپ جائز مان سکتے ہیں کہ دروازہ پر تو چلانا ناجائز ہو اور صحن میں یا قرب منبر جائز ہو اچھا کیا آپ اجازت دیسکتے ہیں کہ اذان بھی خارج از حد مسجد ہو پھر کیا ہر جگہ عند کا ایک حکم ہے یہی آپ کی چوبارہ وغیرہ کی مثالیں کہ جنت من عند الملک اور ایک مکی کا کہنا مکانی عند باب السلام کہ یہ سب بکار تطویل کا حکم رکھتی ہیں۔

قولہ تفسیر مدارک میں ہے واخذوا من مکان قریب من الموقف الی النار اذا بعثوا الی ان قال موقف سے نار کی طرف پکڑ کر لے جانے کو مکان قریب سے تعبیر فرمایا کیا موقف و نار کا فاصلہ اتنا بھی نہیں جیسا مقام خطیب منبر سے صحن کے ختم تک اگر الی النار

تنبیہ صاحب کا یہ اعتراض الزام علی الزام

تنبیہ صاحب کی بیجا تاویل

کی جگہ من النار ہوتا تو تفسیر مدارک سے آپ کا استدلال ٹھیک ہو سکتا تھا کیونکہ یہاں تو عند المنبر اور قریبا من المنبر ہے اسی کو قیاس مع الفارق کہتے ہیں پس تمہارا یہ استدلال خیال خام ہے اور پھر یہ کہنا کہ کیا قرآن مجید نے محاورہ عرب کے خلاف فرما دیا یہ آپ کی جہالت و بطالت پر دال ہے ذرا یہ تو فرمایئے کہ عبارت مدارک میں کہاں تصریح ہے کہ ختم موقف سے ابتداء نار دور تھی یا ختم مقام بار سے قلب بار دور ہو یا ظہر ارض سے بطن ارض یعنی قرب و دور ہے پھر یہ دلیل کیا ہوئی یہ وہم کا کھیل ہوا۔ قولہ کیا آپ کو اتنا بھی معلوم ہوا کہ یہ نزدیک اور پاس ہونا ایک امر اضافی ہے جس کی تعیین خصوصیت مقام و قرائن حالیہ سے ہوتی ہے آپ تو اپنی معلوم شدہ باتوں کو دیدہ و دانستہ مجہول بتاتے ہیں جان بوجھ کر انجان بنتے ہیں دیکھئے انصاف وغیرہ کی بحث ہم اوپر بیان کر آئے ہیں آپ پر بھی بدلیل صحیح ثبوت لازم کہ عند المنبر علی الباب سے کیوں مخصوص اور فی حدود المسجد سے کیوں مخصوص کوئی نص صریح فقہی ہے۔ قولہ سجد میں سے کوئی خبر الجن بریلوی صاحب نے عند کے مجازی معنی پیش کر کر اور قرائن مقابیہ کو نظر انداز کر کر کلام فقہا کو مہمل بنانے کے لاکھ جتن کئے مگر ایک نہ چلا اب ایک نئی سوجھی چھوٹے صاحب کا مسئلہ وربیہ عندہ والی صورت پیش کر کے بتلایا ہے کہ اگر مالک خارج مسجد سے دیکھ رہا ہو جب بھی حد سرقہ جاری ہو گی لہذا عند متحقق لیکن انھوں نے مسجد صرف چار پانچ گز ہی کی مسجد کو سمجھا ہے اگر جامع مسجد دہلی لاہور بدایوں سہانپور حیدرآباد وغیرہ میں یہ فتوے جاری کریں تو فورا عند کی حقیقت معلوم ہو پھر خارج میں مالک کو کھڑا کر کر پوچھیں بشرطیکہ وہ انسان ہوا اور دوربین نہ ہو کہ متاع بحیثیت براہ ہے یا نہیں ثانیا علامہ شامی نے اس مقام پر عند کو معنی مجازی میں مستعمل ٹھہرایا ہے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ان کا کیا اعتبار بات یہ ہے کہ جس کو مخالف پایا اس کو بے اعتبار ٹھہرایا اور اپنے موافقین کو مستند کہدیا۔ پھر تخصیص اذان حدود مسجد کے ساتھ اس محاورہ فقہ کے مطابق باقی رہنا دشوار پھر جو محاورہ ایک مسئلہ میں وارد ہو اس کا ہر جگہ لزوم کا

ثبوت درکار۔ قولہ کیا امام اتقانی نے غایۃ البیان میں خاص باب الجمعہ میں یہ نہ فرمایا؟
ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراہیۃ الاذان فی داخلہ جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکر الٰہی ہے
مسجد میں یعنی حدود مسجد میں اس لئے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے بریلوی صاحب ملاحظہ
ہو اسے صولت حق کہتے ہیں کہ دو ورق کے بعد ہی رنگ بدل گیا ذرا تو یاد رکھا ہوتا کہ
اس سے پہلے خاص اسی اذان کا لفظ لکھ آئے ہیں ایک رسالہ میں تو نبھایا ہوتا ختم کیا کرو
صولت حق اسی کا نام ہے۔ قولہ ہم نے لکھا تھا کہ زمانہ فقہا سے اب اس زمانہ موجودہ تک
وہی توارث و تعامل ہے اس پر محقق صاحب فرماتے ہیں یعنی وہی جو زمانہ فقہا کرام میں
تھا یعنی اس اذان کا بین یدیہ ہونا تو ہمارے سر آنکھوں پر ہم تو خود کہتے ہیں کہ یہ اذان
بین یدیہ ہی متوارث و معمول علما حنفیہ ہی ہے اور واقعی کبھی کسی تاریخ سے ثابت نہیں
ہوتا کہ یہ امر متوارث خلل پذیر ہوا ہو اگر فی الواقع آپ نے ہماری عبارت مذکورہ کو تسلیم
کرلیا ہے تو حجت قاہرہ الٰہیہ آپ پر قائم ہو چکی کیونکہ ہم نے ابتدا زمانہ فقہا سے اور
انتہا زمانہ فقہا سے اور انتہا زمانہ موجودہ تک قائم کی ہے اور وسط کا حال آپ خود
لکھ رہے ہیں کہ کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہ امر متوارث خلل پذیر ہوا ہو اب
دیکھئے زمانہ موجودہ کا تعامل کہ عامہ بلاد اسلامیہ میں یہ اذان داخل مسجد ہے۔ مصرع: لو آپ
اپنے دام میں صیاد آگیا۔ شرم شرم شرم۔ قولہ کیا فقہا کرام نے یہ نہیں فرمایا لا یؤذن فی
المسجد۔ الیٰ ان قال کیا کسی شخص کو بے دلیل عمومات شرعیہ کی تخصیص کا اختیار
ہے بہت فقہا کرام نے صاف فرمایا کہ اذان مکان مرتفع پر ہونا چاہئے بہتوں نے فرمایا کہ
اس کی اصل مینار پر ہونا ہے اس کے بعد بطور تفریع یہ حکم فرمایا کہ مسجد کے اندر مکروہ ہے
اور اذان خطبہ کے مینار یا مکان مرتفع پر ہونے کا حکم نہیں پس حقیقۃ لا یؤذن وغیرہ اذان
خطبہ سے تعلق ہی نہیں اس کا عموم اپنے محل پر باقی ہے یعنی وہی اذان اونچے مکان
والی منارہ والی محض اعلام والی جس میں نہ بین یدیہ کی شرط نہ عند المنبر کی قید چنانچہ اس کی

تصریح و تفصیل رسائل مطولہ و مفصلہ میں ہے۔ عبارت کے سیاق و سباق پر نظر نہ کرنا اور قرائن فقہیہ کو
نظر انداز کر دینا بچپن کا کام ہے جب ہی تو کہا جاتا ہے فتویٰ نویسی مشکل کام ہے اتنا تو یہ ٹھہر گیا ہے کہ کوئی فقرہ کسی
مقام کا دیکھ لیا وہ حجت قطعیہ سمجھ لیا گیا۔ اذان خطبہ کا اس پر قیاس کرنا صاف مؤید تھا کہ اذان جمعہ ہی مراد ہے
کیا خطبہ کا کسی اور اذان پر قیاس کرنا کوئی جرم ہے یا اور اذان بین یدی کرا فی المسجد نہیں بلکہ بقول الکراہۃ الاذان
فی داخلہ صاف بتلا رہا ہے کہ اذان پنجگانہ مراد ہے اور اس کے قرائن وہی ہیں جو پہلے مذکور ہوئے آپ تو بلا قرینہ
صرف خیال خام پر لفظ اذان سے جو مطلق ہے اذان جمعہ خاص مراد لیں اور ہم باوجود قرائن جلیہ و
تصریحات ائمہ اذان پنجگانہ مراد نہ لے سکیں بریلوی صاحب ایسا مضمون ناموزوں آپ ہی کا ہو
کیا کہ آخر ول سے مطلب کتاب گرانے کی ضرورت پڑی فتح القدیر اور غایۃ البیان کی عبارت سے
کیوں لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا اور جب تسلیم کیا تو صرف غایۃ البیان کا نام لکھا اور فتح القدیر کو اڑا گئے
گویا اس کی عبارت میں آپ نے چالاکی نہیں کی حالانکہ اس میں بھی آپ نے غلط بیانی کی ہے اور صورت
حق دیکھئے کہ لفظ تصریح کی جگہ اب لفظ مؤید استعمال ہونے لگا۔ قولہ اب وہ اذان ہی نہ رہی۔
جناب کی خوش فہمی ہے ورنہ فتویٰ بدایوں میں تو صرف یہ بتلایا گیا ہے کہ لفظ اذان کے اطلاق سے
خروج لازم نہیں دیکھو اقامت کو بھی اذان کہتے ہیں حالانکہ وہاں بالاتفاق خروج نہیں یونہی
اذان خطبہ بھی اس حکم میں مثل اقامت کی ہے ہم نے اس خیال سے لفظ اس حکم کا داخل کر کے دفع دخل مقدر
کر دیا تھا یعنی اذان خطبہ اگرچہ حقیقۃً اذان ہے لیکن چونکہ حکم خروج اس سے متعلق نہیں لہذا وہ اذان
حقیقی اور اذان مجازی یعنی اقامت یکساں ہے اور صرف اطلاق لفظ سے حکم مذکور کا ثابت کہنا غلط
ہے مگر جناب بوجہ کج فہمی یا انجان بنکر ہمارا مطلب نہ سمجھے اور یہ فرمانے لگے کہ اب وہ اذان ہی نہ رہی۔
محقق صاحب نے یہاں تغلیبا کا اقرار کر کے جو جُنانی چُنی ہے وہ بھی قابل دید ہے اول تو یہ لکھا کہ اگر کوئی
شخص نماز مغرب کو نماز تغلیبا کہکر ابھی رکوع نہ کرے کہ جنازہ کی نماز پر بھی اطلاق صلوٰۃ آتا ہے حالانکہ اسمیں
رکوع نہیں اسکے متعلق لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہر شخص فی الفہم سمجھتا ہے کہ یہ بناء الفاسد علی الفاسد ہے اسکے
بعد جو آپ نے رد الجا کر کے ایک بیہودہ عبارت لایعنی تحریر کی ہے اس کا مطلب آپ سمجھیں یا آپ کی تجدید

مسلمانوں بریلوی صاحب فرماتے ہیں اس کے الفاظ ہمیں بھی آنا چاہئے - اس عبارت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں اوّل یہ کہ اذان ثانی میں لفظ قد قامت الصلوٰۃ بھی شامل ہونا چاہئے دوسرے تغلیب ہونے کے لئے عینیت نسبی تو کم از کم ہر بات میں تشابہ اور مثلیت شرط ہے تو قمر کا اطلاق شمس پر بطریق تغلیب صحیح نہ ہوگا کیونکہ قمر شب کو برآمد ہوتا ہے اور شمس دن کو اگر بریلوی صاحب کے چاند دن کو نکلتے ہوں یا سورج شب کو تو تغلیبا قمرین صحیح ہوگا ورنہ محقق صاحب کے اصول سے کہیں لفظ کا اطلاق تغلیبا ہو ہی نہیں سکتا - قولہ اذان کا بین یدیہ ہونا خود حدیث سے ثابت عامہ کتب معتبرہ میں فتح کو علما حنفیہ کا سلفا عن خلف معمول با ثور ہے اس کا خلاف ایک نامعتبر کتاب سے کب مقبول محقق صاحب نے اپنا مطلب نکالنے کیلئے پھر ایک فقیہ سے گستاخی کی اچھا آپ کی خاطر سے ہم تھوڑی دیر کو تسلیم کئے لیتے ہیں کہ قہستانی جس مسئلہ میں متفرد ہوں وہ قابل تسلیم نہیں لیکن جناب بریلوی صاحب یہاں تو لفظ ہیں یدی کی تفسیر ہے نہ مسئلہ میں تفرد ان کی تفسیر لفظ بہر حال آپ کے زبانی دعوؤں سے اور زور تجدید سے زیادہ معتبر ہے اور کم از کم اس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے زمانہ میں اذان قریب منبر ہوتی تھی آپ کے اس دعوے کی کہ یہ آجکل کا تعامل ہے کچھ حقیقت اس سے بھی معلوم ہو رہی ہے پھر جب آپ کو زیادتی اور مخالفت کا فرق سمجھ میں نہیں آتا تو تصنیف کی کیا ضرورت تھی - اب کافی ایرادات کے متعلق لکھنے کی ضرورت نہیں مگر بطور تبرک کچھ مختصر وافی مدارات ملاحظہ ہو - اولاً محقق صاحب نے تمہید سہ ورقہ میں بات بنانے کو یہ جملہ ارشاد فرمایا بدایونی دوسری تحریر نے رسالہ بحث الاذان کے بعض مباحث کے متعلق کچھ کلام کیا جناب محقق صاحب یہ تو فرمائیے کہ ہمارا رسالہ کب شائع ہوا اور آپ کا خلط مبحث کب چھپا جب ہمارا رسالہ ملک میں شائع ہو چکا تو بحث کا وجود بھی نہ تھا لہذا اس کی تاویل آپنے حاشیہ میں جو یوں کی کہ یہ وہ مباحث ہیں جو تحریر بریلی اور تحریر فقیر میں متحد واقع ہوئی حیثیت سے یہ تاویل بھی علیل ہی - قولہ یہ آپ نے کہاں سے کہدیا کہ جو دلائل اس فتوے میں تھے اب بھی انھیں کا اعادہ کیا جاتا ہے کوئی جدید دلیل نہیں - ہمارے فتوے اور آپکی تحقیقات رسائل حق نما فیصلہ وغیرہ ملاحظہ کیجئے کس قدر دلائل و افادات عالیہ جدیدہ کی کثرت ہے محقق صاحب ہم نے سب کتابیں بغور دیکھ لیں شاید آپنے صرف ان کے نام ہی سن لئے

تحقیق صاحب کی تاویل باطل

دیکھنے کی نوبت نہ آئی یا دیکھے تو سرسری نظر سے بغیر تامل کے اب ذرا غائر نظر سے ملاحظہ کر کر بتایئے کہ دو
دلیلوں حدیث علی اللباب اور لا یؤذن فی المسجد کے سوا تیسری دلیل بھی کوئی نظر آتی ہے تقریر کو تو بہت
گنجائش ہے جتنی چاہئے طول دیجئے ظرافت و تمسخر کے مزہ لیجئے بات کا بتنگڑ بنانا کون مشکل کام ہے۔ قولہ سنت پر
عمل کرنا جبکہ عناداً نہ ہو کروہ ہے مگر اشاعت بدعت باطلہ پر علما کا باوصف قدرت سکوت حرام قطعی ہے
اگر علما ہندوستان آپ حضرات کی طرح اسکو سنت متواترہ کا رد جانتے اظہار انکار فرض تھا اگر نہ ہو تو ظاہر ہوا کہ انھوں نے اس مسئلہ
کو حق سمجھا یا کم از کم متردد رہے انکار نہ کر سکے آپ جب اس سنت متواترہ کو بدعت باطلہ کہتے ہیں تو علما ہندوستان نے
اس پر کس طرح سکوت کیا انہوں اپنے شہروں میں لوگوں کو اس سے کیوں نہ روکا اپنی اپنی مساجد میں اس بدعت کو کیسے
موقوف نہ کیا۔ انھوں نے مولوی صاحب بریلوی کی تحقیق کو دیکھکر ہرگز حق نہ سمجھا اگر حق سمجھتے تو بدعت کی
اعانت میں ضرور سعی فرماتے۔ رہی یہ بات کہ اس تجدید کو سنت متواترہ کا رد جانتے تھے تو انکار ظاہر کیوں کیا
اسکے متعلق اسقدر کافی ہے کہ وہ برابر اسکا انکار کرتے رہے مسئلہ دریافت کرنیوالوں کو بھی بتاتے رہے کہ تجدید
اندر اذان خطبہ ہونا چاہئے سوال تحریری پیش نہ ہوا جواب تحریری کی ضرورت نہ سمجھی گئی اور نیز تجدید کا اثر
قلیل میں پھیلتا ہوا نہ دیکھا زیادہ اہتمام تردید کی ضرورت نہ سمجھی دلائل تجدید کو ضعیف و اہتمام جانا اب نوبت اختیار کرنیکی
آنکو موقع ملا گیا کہ لوگوں نے تعلیم کر لیا اور تارک فرض اور ساکت عن الحق قرار دینے لگے۔ قولہ خود اکابر بریلی اس پر
فتویٰ کیا ثبوت دیجئے۔ صاحب تجدید جدید اور ان اکابر کے حالات سے جو شخص واقف ہے وہ جانتا ہے کہ ان کے مسائل
و مباحث جدیدہ ان سے مخفی نہیں سے بہتوں سے زیادہ وہ خود ان کے یہاں کوئی امر و زہرہ حالات بعد وہی اور
مسائل و فتاویٰ سے واقف تھے ایک فرعی مسئلہ سمجھکر بوجوہ مذکورہ بالا بے توجہی فرمائی تو کیا تعجب ہے۔ قولہ حضرت عمر ابن
عبد العزیز الخ ایسی مثالیں پیش کرنا لازم ہیں کہ حضرت اصحاب کرام سے لیکر تابعین و من بعدہم تک سب نے خلاف
سنت عمل کیا ہو اور جیسے سوا حضرت ہی صورت کے اکی طرف توجہ کی ہو تو آپکا مدعا ثابت ہو سکتا ہے آپ کا قیاس
مع الفارق ہے۔ قولہ اکابر نے جس امر کا احیا نہ ہو یا وہ صرف اس وجہ سے نہیں کہ وہ اسے سنت جانتے تھے یا معاذ اللہ عالم
تھے یا باوجود علم معاذ اللہ توجہ نہ فرماتے بلکہ اسکے لئے اور بھی وجوہ ہیں الخ ابھی تو آپ لکھ چکے کہ احتمال ہے کسی
فرعی مسئلہ میں کسی متاخر عالم پر حق ظاہر ہو جائے جو اکابر پر ظاہر نہ ہوا ہو پھر اب معاذ اللہ پڑھنا کیا معنی رکھتی فرمائیے

مسئلہ اذان میں کونسی وجہ معین تھی کہ صدہا برس تک عامۂ اولیا و علما محدثین فقہا عامہ بلاد میں ہر زمانہ میں سب محققین اُس بدعت کے عامل رہے اور آپ کے خیال میں سنّت کا احیا نہ فرمایا اس کا بار ثبوت آپکے ذمہ ہے۔ قولہ جو چیز معروف ہو جاتی ہے اُسکے خلاف پر کیسے کچھ بلوہ نہیں ہوتی اسی مسئلہ اذان کو دیکھیے تو ایسی حالتیں عالم کا فتنہ سے خوف کرنا کہ الفتنۃ اشد من القتل کچھ مستحق نہیں ہے مگر صاحب تجدید تو الفتنۃ اشد من القتل پر خوب عمل کر رہے ہیں اہلسنت میں افتراق اور قوت مجموعی میں ضعف بلکہ جنگ و جدال تک نوبت پہنچی دیار و امصار میں اُن کے خلاف میں رسائل و فتاوی شائع ہوئے خود مسئلہ اذان کو اس امر کی مثال میں پیش کرتے ہیں پھر کیوں اسکی ابتدا کی اور اکابر کے طریقہ پر عمل نکیا الفتنۃ اشد من القتل کی وعید سے اجتناب نکیا قولہ رنگیا اپنا وطن اور وہ مسجد جسکی وہ خود متولی تھے الخ۔ ان وطن نے حضرت میاں صاحب قبلہ احمد نوری قدس سرہٗ کے ساتھ بہت برا سلوک کیا اُن کے ساتھ مقدمہ بازی وغیرہ سے پیش آئے لیکن تسلیم نہیں ہو سکتا کہ اتنا بھی اثر نہو کہ اپنی مسجد کا جسکے وہ متولی تھے انتظام نکر سکتے گستاخی معاف آپ کا تو اتنا اثر ہے کہ طریقہ مروجہ قدیمہ کو متغیر کردیں باتیں بنانے سے کیا ہوتا ہے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ اُنھوں نے اس مسئلہ کو صحیح تسلیم کیا جو اُنکی حیات میں بریلی سے شائع ہوتا اور مارہرہ میں اہل علم کے پاس پہنچا یا بیان کیا جاتا ہے اس وقت بہت آدمی ایسے موجود ہیں جنہوں نے حضرت ممدوح کو نماز جمعہ کو امامت جمعہ کراتے اور اپنے مریدوں کو اپنے سامنے اذان داخل مسجد کہتے دیکھا ہے تو یہ بھی شبہ نے بھی اپنے ائمہ کی طرف ایسی نسبت تقیہ نامرضیہ کی ہوگی جیسی آپ اپنے اکابر کرام کی طرف کر رہے ہیں۔ قولہ متعلق عبارت جامع الرموز ما بہ البحث نہ ہونے سے آپ الزام تحریف سے کیسے بچے ناظرین عبارت جامع الرموز کا بیان اوپر ہو چکا اُسکے متعلق غلط بحث میں ٹی کی لمبی تقریر لکھی ہے گویا طبیعت کا شکار ہاتھ لگ گیا اور جامہ وقار کو اوتار رکھا جامع الرموز میں جو ہے وہ بھی ہے نہ یہ بھی ہے۔ قولہ۔ قرآن مجید حدیث شریف اقوال ائمہ میں جو بین یدیہ نفس معنی محاذات پر بنا یا گیا وہاں مجاز مستعمل ہوا معاذ اللہ ارشادات قرآنیہ میں بھی آپ کو بے دلیل ادعا مجاز کا اختیار ہے۔ اوّل تو آپکی فہم ہی میں کلام ہے آپکو اتنی سمجھ کہاں کہ کس جگہ نفس محاذات کیلئے ہے اور کہاں نہیں پھر جب مفسرین نفس محاذات معنی مجازی ہیں تو ہر جگہ نص کی کیا ضرورت عبارت تفسیر مدارک وغیرہ دیکھئے ارشادات قرآنیہ میں بے دلیل ادعا مجاز کون کرتا ہے۔ قولہ یہ جو ائمہ لغت نے اسکی تفسیر امام و قدام سے کی ہے تو کیا کتب لغت کی وضع بیان مجازات کو ہوتی ہے حقیقت اور مجاز لغوی و عرفی کی تحریفیں دیکھو اور سمجھکر بات کرو اچھا کیا کتب لغت میں مجازات کا بیان نہیں ہوتا۔ قولہ جب فقہا کا کلام حقیقی معنی بین یدیہ کی تفسیر مجاز کردی تو انکو علما لیے کیا منہ سا ہاتھ پر فاتح شرح قدوری بین یدیہ ای فی هذا الحکم بین یدی اور عند وغیرہ میں مطلق محاذات قطعاً اجماعاً مراد نہیں ضرور معنی قریب خود ہی لیجیے اور انکو اقوال پیش کرنا جو خود مخالف ہوں سفاہت اور بحث میزان میں غلط بحث لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

حضرت میاں صاحب قبلہ کا فعل ... مسئلہ اذان اوّل ... [illegible]

تصحیح اغلاط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١	١	متوکلاً	متوکلاً	١٣	١١	صزیح	صریح
٢	١١	یریلوی	بریلوی	"	١٣	صریح	صریحہ
٣	١٣	جبلپوری	جبلپوری	"	١۵	شانیا	ثانیا
"	١٧	س	اس	"	١٦	تدلس	تدلیس
۴	١٦	لمذ تجہیل	تلمذ تجہیل	"	١٩	دکھینی	دیکھی
٦	٢	غلطبات	غلط بات	١۴	٦	مسجد	فی المسجد
"	٦	سکاکتوں	رکاکتوں	"	٩	قریب	قرب
٨	١٨	(سوئے احباب)	ہوئے احباب	١٦	٨	بناسکے	بتاسکے
٩	١٦	الاتہر	الاثہر	١٦	١٣	رہیے	رہے ہیں
١١	٢	انفاقی	اتفاقی	١٦	١٧	منافی	متنافی
١١	٦	جب	×	١٨	٣	بین	ہیں
"	"	الجلالی	الجلالی	"	١٠	محصوص	مخصوص
"	٩	المصنف	المنصف	"	١٣	ایگ	ایک
"	"	النادی	الہادی	"	١۴	دکھتے	دیکھتے
"	١۵	اگرچہ	اگرچہ	"	١٩	اشتناد	استناد
"	١٨	بلکہ اگرچہ	×				
"	١٩	بیکسری	اسکی				
١۴	١٩	بات	بات	١٩	١٠	ارزہ	ارادہ
١٣	١٠	قی	فی	"	١٢	قت	قط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹	۱۲	لیا	دیا
〃	۱۳	صحت	صحت
〃	۱۶	کبئی	گئی
۲۰	۶	جیب	حسب
〃	۸	بینا	بینا
〃	۱۶	جنہں	جنہیں
۲۲	۳	مجدد مائۃ	مجدد مائۃ
〃	۱۰	یفوۃ	یفوتہ
〃	۱۲	ولک	ذلک
〃	۱۳	مبرہن	مبرہن
〃	۲۱	یجیب	یحیب
۲۳	۸	عن ابیحنیفہ	عن ابی حنیفہ رح
〃	۱۰	مکافی	مکانی
۲۴	۵	او	و
۲۵	۳	المجاہل	المجاہیل
〃	۱۳	ہیں اہم	ہم
〃	۱۹	اور گئی	اڑگئی
۲۶	۴	زمان	زبان
۲۹	۶	الضحفا	الضعفاء
۲۶	۱۱	آواز	آواز کا حکم
〃	۱۴	الفداہ	الفدا
۲۷	۵	قلب	قلیب
〃	۱۱	چرانی	چرانی
〃	۱۸	براہ	پراہ
〃	۲۱	قفقہہ	قہقہہ
〃	〃	کا	کے
〃	۱۳	ابتدا زمانہ فقہائے انتہا زمانہ فقہا سے	ابتدا زمانہ فقہا کو
۳۰	۲	عینت	عینیت
〃	۱۲	زیادتی	زیادتی
۳۱	۲	لی	کی
۳۱	۱۲	وانتبہ	واجتبہ
〃	۱۹	معاذاللہ	معاذ اللہ
〃	۱۹	جاہل	جاہل
〃	۲۰	محال	مجال
۳۲	۱۳	اذوان اخل	اذا ہاج بہ البحث دخل
〃	۱۸	جوائمہ	جوائمہ
〃	۲۰	ہذائمہ	حذائہ

متعوذاً باللہ تعالےٰ

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

حضرات بدایون نے باوجود ممانعت و وعدہ عدم اشاعت مدرسہ شمس العلوم کے کسی طالب علم کے نام سے ایک اشتہار آئینہاے خواب وخیال نام شائع کیا۔ اسمین حضرات اکابر مارہرہ پر ناروا بیجا الزامات لگائے۔ جنسے لوگون مین اُن کی نسبت بدظنی پیدا ہوئی طعن کا موقع ہاتھ آیا۔ اُن الزامات کے رفع اور حق کے احقاق مین یہ رسالہ جسکا تاریخی نام مشعر سن آغاز وانجام

سبحث الاذان

سنہ ۱۳۳۳ھ

ہے جسمین نہایت تہذیب ومتانت سے وہ الزامات رفع کیے گئے۔ اور مسئلہ اذان ثانی جمعہ مین بدایونی پہلی تحریر جس پر بنا کرکے وہ الزامات قائم کیے گئے اُسکی حالت واقعی نہایت سنجیدگی سے دکھائی گئی ہے مع تکملہ مسمی بنام تاریخی مشعر سن آغاز وانجام

شافی جواب برکاتی ایرادات

سنہ ۱۳۳۳ھ

جسمین بدایونی دوسری تحریر نے بعض مباحث رسالہ سبحث الاذان سے متعلق جو کچھ کلام کیا اُس کے جوابات اُسپر ایرادات ہین ہر دو مولفہ فقیر حقیر محمد میان قادری برکاتی عفی عنہ ابن حضرت عظیم البرکت رفیع الدرجت مستغنی عن الالقاب حضرت سیدنا ومولانا سید شاہ محمد اسمٰعیل حسن صاحب قادری برکاتی دامت برکاتہم العلیہ زیب سجادۂ علیہ برکاتیہ احمدیہ مارہرہ۔

مطبع تنویر حسینی لکھنؤ محلہ لاٹوش کلن مین باہتمام حیدر حسین منیجر کے طبع ہوکر خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ سے شائع ہوا




بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وآلہ واصحابہ ذوی الفضل العظیم

فرعی فقہی مسائل مین اختلاف اہل حق مین آج سے نہین بلکہ زمانہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے برابر چلا آتا ہے۔ اختلاف بھی ہوئے مناظرے بھی ہوئے بحثین بھی ہوئین۔ مگر جبتک روش صلاح رہی یہ نہوتا تھا کہ ایک بھائی دوسرے سے بیگانہ ہوجائے اُس سے عداوت رکھے۔ اُسکو مغلوب بنانے کے لیے ناکردنی امور کرے۔ اُسکے اور اپنے دونون کے دشمنون سے مدد چاہے۔ پھر سمجھ مین نہین آتا کہ آخر مسئلہ اذان ثانی جمعہ کوئی نرالا فرعی مسئلہ نہین جسمین اختلاف جدال مناظرہ مکابرے سے۔ بحث سخن پروری سے بدل جائے۔ اذان ثانی مین سنت کریمہ تو یہی تھی کہ دوسری اذانون کی طرح یہ بھی خارج مسجد ہو۔ مگر اللہ اعلم کس وجہ سے حال کے لوگون مین اسکے خلاف رواج پڑ گیا۔ اس سنت کا احیا اس زمانہ مین اللہ عزوجل نے حضرت فاضل بریلوی کے ہاتھ پر مقدر کیا تھا جو اُن سے بفضلہ تعالیٰ ہوا اور ہو رہا ہے۔ اگرچہ ترک مالوفات عوام الناس کو گران ہوا کرتا ہے مگر اہلسنت خصوصاً اُنمین کے وہ جو عالم مولوی ہین اُنسے یہ امید تھی کہ شرع مطہر کے روشن واضح ثبوت دیکھکر پھر بھی بدلیل محض زور زبان سے وہ کہین گے جو رامپوری فتوون مین کہا لکھا اور شائع کیا۔ یہان تک کہ رامپوری دوسرے فتوے مین اس درجہ ناچاقی کا جوش بڑھا کہ صاف لکھدیا۔ اتفاق کے عوض نفاق پیدا ہوا اہلسنت کے جلسون مین جو شرکت ملاقات اتحاد احقاق حق کی باتین ہوا کرتی تھین سب برباد ہو گئی۔ اللہ اللہ ایک فقہی فرعی مسئلہ مین شرع مطہر کی روشن دلیلون کے ساتھ صرف اس جرم مین کہ آقائے حکم شرع مین آپ کی مالوفات کا خلاف ظاہر کیا گیا اور تو اور معاذ اللہ احقاق حق کو بھی استعفا دیدیا گیا للہ انصاف یہ کونسا انصاف ہے۔ اس مسئلہ مین تو غایت خلاف کراہت وسنت ہے۔ خود ہمارے ائمہ حنفیہ مین تو اس سے بھی بڑھکر فرض وواجب مین خلاف ہو چکے ہین۔ امام ابو یوسف نے تعدیل ارکان کو فرض کہا۔ طرفین رحمہما اللہ تعالیٰ نے واجب۔ بلکہ ایک روایت مین سنت۔ کما فی الدر المختار ورد المحتار۔ باوجود اسکے نہ امام ابو یوسف نے طرفین سے ملنا ترک کیا نہ اتحاد کو استعفا دیا نہ احقاق حق کو۔ پھر آپ کو خفی ہو گیا ایک فرعی فقہی مسئلہ جس کا غایت خلاف صرف کراہت وسنیت ہے کیونکر اپنے ائمہ کے خلاف کرتے بن آیا۔ ہم اہلسنت نے اسی پر بہت رنج و افسوس کیا تھا کہ یکایک گردش مقدر سے اس سے بھی زائد افسوس کرنے کا موقع آگیا۔ اور وہ حضرات بدایون کا خلاف فرمانا تھا۔ جسمین سخت افسوس کی بات وہی رنگ رامپور پر بحث مسئلہ و قطع نظر کر

صورت جدال ونزاع ذاتیات پیدا ہوتا ہے۔ ہمارے یہان حضرت فاضل بریلوی کا مطبوعہ فتویٰ اوائل ۳۲ھ
مین آیا اور جبھی سے ہمارے یہان بفضلہ تعالیٰ مسجد برکاتی احمدی مین اُسی پر عملدرامد ہے۔ حضرات علماء
بدایون کا کوئی خلاف تحریری یا تقریری اُس فتوے سے ہمارے گوش زد نہوا تھا اور ہم اپنے علم کے مطابق
اچھی طرح سے اُس فتوے کو دیکھ بھال چکے تھے اور بعض مخالفین نے جو مخالفت کی اُسکا بے اثر ہونا بھی ہم پر
ظاہر ہوچکا تھا۔ یہان تک کہ رجب المرجب ۳۳ھ حضرت نانا صاحب قبلہ وکعبہ کے عرس شریف مین
حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب اور حضرت مولانا مولوی محمد عبدالمقتدر صاحب مع اپنے متوسلین واہل
خاندان کے عرس شریف مین اپنے پیران طریقت کے آستانہ پر حاضر ہوے۔ حضرات بدایون مین سے مولوی
محب احمد صاحب نے اس مسئلہ کو پہلے خود اس فقیر راقم الحروف اور بعد ازان حضرت والدماجد قبلہ وکعبہ حضرت
سیدنا شاہ محمد اسمٰعیل حسن صاحب قبلہ وجناب عم مکرم سید حامد حسن صاحب سے چھیڑا اور اُنکی اس تحریک مین
پھر خود حضرت مولانا عبدالمقتدر صاحب قبلہ اور بعض دیگر اہالی بدایون نے بھی شرکت کی۔ اور حضرت
مولانا صاحب کے مواجہہ مین حضرت والدماجد قبلہ وجناب عم مکرم اور کچھ اہالی بدایون ہمراہیان حضرت مولانا سے
گفتگو شروع ہوئی جسمین کچھ گفتگو بعد کو فقیر سے بھی آئی۔ چونکہ بادی اس گفتگو کے مولوی محب احمد صاحب تھے
لہٰذا وہی زائد تقریر کرتے تھے اور نہ معلوم کیا وجہ تھی کہ بجاے مسئلہ علمی کو سمجھنے کے اُنکی تقریر کا حاصل
زیادہ تر بالائی باتون سے الزام دینا تھا جس سے اُنکی تقریر اشتعال پذیر ہوگئی اور آخرکار فرضی الزامات پر
منحصر۔ جسقدر زائد سمجھانے کی کوشش کی گئی اُسیقدر اشتعال زائد بڑھتا گیا۔ یہان تک کہ خود حضرت
مولانا صاحب کی طبیعت بھی کچھ مکدر سی معلوم ہونے لگی۔ تو حضرت والدماجد نے اس امر پر زور دیا کہ حضرات
بریلی بھی یہان تشریف فرما ہین۔ آپ بالمشافہہ اپنے استدلالات پیش کرکے تصفیہ فرما لیجیے کہ یہ اشتعال جو اسوقت
آپ حضرات کی طبائع مین معلوم ہو رہا ہے زیادتی نہ اختیار کرے مسئلہ شرعی ہے۔ اشتعال سے کام نہین چلیگا
اسپر کسی طرح سے رضامندی نہوئی اور عذرات ناقابل قبول بیان کیے جانے لگے۔ یہان تک کہ ادھر سے یہ
عرض کیا گیا کہ اگر آپ خود نہین گفتگو فرماتے ہین تو سہولیت وآسانی سے ہمین ہی اپنے استدلالات سمجھا دیجیے
ہم جاکر مولوی احمد رضا خان صاحب پر اُنھین پیش کردینگے اور اُنسے اُنکا جواب لینگے وہ جیسا کہ آپ بیان
کرتے ہین اگر برا بھلا کہین گے تو ہمین۔ اور آپ کے بقول اگر وہ اپنے خلاف کسی بات کو نہ بھی قبول کرینگے تو
کم سے کم اُنکے بے دلیل نہ قبول کرنے سے ہم پر تو یہ ظاہر ہوجائے گا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب غلطی پر ہین
باوجود ہمارے اصرار کے حضرات بدایون کو اسپر بھی آمادگی نہوئی۔ اور بالائی باتون مین ہی بہت کچھ طول ہوکر
مجلس ختم ہوگئی عرس شریف ختم ہونے پر سب حضرات اپنے اپنے وطن تشریف لیگئے۔ اور اسکے کچھ ہی دنون بعد
بدایون سے ایک مطبوعہ تحریر اس بارہ مین آئی۔ جو مولوی محمد ابراہیم صاحب بدایونی کی طرف سے تھی جسکی
اشاعت کا سبب اصرار صاحبزادگان لکھا ہے۔ نامعلوم کہ صاحبزادگان سے حضرت شیخ کے کن صاحبزادگان کو

مرالیا۔ اگر جیسا کہ ظاہر و متبادر ہے ہمین کو مراد لیا تو اہل انصاف انصاف کرسکتے ہین کہ ہم نے کس بات کے لیے اصرار کیا تھا اور اُسکو کس حد تک رد کیا گیا۔ حالانکہ وہ بعونہ تعالیٰ ان شاء اللہ العلی الکریم بہت مفید تھا۔ سبحان اللہ۔ صاحبزادگان نے تو یہ کہا تھا کہ آپ بالمواجہہ گفتگو کرلین۔ بلکہ یہانتک کہا کہ اگر آپ کسی خیالی وجوہ کے بنا پر خود گفتگو نہین کرنا چاہتے تو ہمین اپنا مسلک اُسکے دلائل بتائین ہم جا کر ابھی ان شاء اللہ گفتگو کیے لیتے ہین۔ جو ارشاد صاحبزادگان تھا وہ تو باوجود اصرار قطعاً رد کیا گیا۔ اب اُنکے ارشاد کا نام نہ معلوم کیون لیا جاتا ہے اور اگر صاحبزادگان سے مراد ہم نہین تو یہ امر دریافت طلب ہے کہ مارہرہ مین وہ کون سے ایسے صاحبزادگان آپ کے پیدا ہوگئے جنکے ارشاد کی تعمیل آپ نے کی اور وہ بھی اپنے پاس سے مصارف طبع و اشاعت برداشت کرکے۔ اور ہم اگرچہ کیسے ہی نالائق جاہل سہی مگر بفضلہ تعالیٰ سنی حنفی آپ کے پیران طریقت کی اولاد بفضلہ تعالیٰ ضرور ہین ہماری عرض کی اتنی بھی وقعت نہوئی کہ بے اپنے پاس سے کچھ صرف کیے ہمارے کہے کی تعمیل کردی جاتی۔ جب کہ سب مؤنت و مشقت بھی ہم لینے سرے رہے تھے پھر آخر وہ کونسی وجہ تھی جسنے آپ کو ہمارے کہے کی تعمیل سے باز رکھا بلکہ صاحبزادگان تو صاحبزادگان مارہرہ کے دوسرے رہنے والون کا بھی آپ کو اسقدر پاس ہوا کہ اُنکے اصرار کی بھی آپ نے تعمیل کی۔ مگر ہم نے ہی کچھ ایسا قصور کیا تھا کہ باوجود سخت اصرار کے ہمارے کہے کی تعمیل آپ نے نہ کرنا تھی نہ کی۔ خیر یہ بھی سہی تھوڑی دیر کے لیے تسلیم بھی کرلیا جائے کہ ہمارے اصرار کے رد کے لیے آپکے پاس وجوہ معقولہ تھین۔ یا نہین بھی تھین مگر ہماری شامت اعمال نے ہم کو اس درجہ پر پہنچا دیا ہے کہ خود ہمارے متوسلین ہمارے باپ دادا کے خادم ہماری ایک بعونہ تعالیٰ مفید عرض کو بھی نہ مانین اور دوسرون کا اسقدر پاس و لحاظ کرین۔ اپنی حالت کا موازنہ اپنے بزرگون کی حالت سے کرتے ہوے ہمین اس بات کا بھی افسوس نہین کہ کیون ہماری مفید تجویز ہمارے متوسلین نے رد کی۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ ایک وہ جگہ جو دار العلم والعمل مدتون سے ہو جس سے متعدد لوگ عالم و فاضل ہو کر نکل گئے ہون وہان سے فتویٰ اور قصور معاف اُسکی یہ حالت جو اس بدایونی جواب کی ہے۔ مین رسائل بریلی اسی رجب المرجب ۱۳۳۲ھ مین حضرت اُستاذی معظمی مولٰنا عبد المقتدر صاحب قبلہ کی خدمت اقدس مین حاضر کرچکا تھا وہ رسائل جناب مجیب نے دیکھے ہون گے جنمین اس مسئلہ مین اہل حق کے دلائل واضح کیے جاچکے تھے اور اگر خدا انصاف دیتا تو فتواے بدایون میں جن دلائل سے استناد کیا اُنکی حالت کھول کر دکھادی تھی کہ آپ کی مستند نہین ہوسکتی ہین۔ کیا جناب مجیب نے اُن رسائل کو نہ دیکھا۔ اسکے سوا اور کیا کہون کہ دیکھکر بھی مردودات پیش کرنا سخت مکابرہ ہے جس کی اہلسنت سے توقع نہین۔

سلہ بعض حضرات صاحبزادگان سلمہم اللہ تعالیٰ و دیگر اہالیان مارہرہ مقدسہ نے مسلک علماء بدایون کا دریافت کیا اُنکے اصرار کے مطابق مسلک علماء مارہرہ فی دریہ کا لکھا جاتا ہے ۱۲ تمہید تحریر اول بدایون۔

بدایونی تحریر رجب المرجب ۱۳۳۲ھ کے رجبی شریف کے بعد شائع ہوئی - اور شعبان میں یہاں آئی -
نفظ صاحبزادگان سے چونکہ بظاہر ہمیں لوگ متبادر ہوتے ہیں اسلیے فقیر نے اُسی زمانہ میں ایک خط جناب
مجیب کو لکھا جسمیں یہ امر اُنکو دکھا دیا گیا کہ ہم نے کس چیز کا اصرار کیا تھا اور اُسکو آپنے کس حد تک مانا
پھر خواہ مخواہ ہمارا نام اس تحریر کی اشاعت میں کیوں لیا جاتا ہے اس سے زائد کچھ اُس تحریر بدایون کا
بے اثر ہونا ظاہر نہ کیا تھا یہ سمجھکر کہ اسطرف کے رسائل دیے ہی جا چکے ہیں جناب مجیب نے اگر اُنھیں اُسوقت
نہ دیکھا تھا تو اب دیکھیں گے اور اُنمیں مسئلہ واضح کردیا جا چکا ہے تحقیق حق بعونہ تعالی ہوجاے گی ایسی
حالت میں مجھے تحریر بدایون کی مفصل حالت خود دکھانا مناسب نہ معلوم ہوئی کہ اُس طرف کے مجیب
نہ سہی مگر مصححین میں حضرت اُستاذی مکرمی مولنا مولوی محمد عبد المقتدر صاحب قبلہ بھی ہیں جنکو حق
استاذی کے علاوہ میں اپنے نزدیک دینی معظم و مکرم بزرگ سمجھتا ہوں شاید کہ اُنکو کچھ مجھ سے ناراضگی ہو
دوسرے مکرمی مولوی محمد عبد القدیر صاحب بھی مصححین میں ہیں جنسے فقیر کو ایک خالص قلبی دینی محبت ہے
ایسی حالت میں اُس صورت میں جبکہ اخفاء حق بھی نہوتا ہو اور جتنا میں حق ظاہر کرتا اُس سے زائد
اظہار حق کے رسائل خود اُنکے پاس پہنچ چکے تھے مجھے بدایونی تحریر کی حالت خود نہ دکھانا ہی مناسب معلوم
ہوئی - مگر اب رجب المرجب ۱۳۳۳ھ میں ایک صاحب عبد الواحد مولوی فاضل کا ایک اشتہار دستی لکھا ہوا
شائع ہوا - مولوی حامد رضا خانصاحب کا اشتہار مطبوعہ رد تحریر بدایون و آگرہ (جسکی نسبت معلوم ہوا ہے
کہ وہ بھی بدایون ہی کی ہے) شائع ہوا تھا یہ دستی اشتہار گویا اُسکے جواب میں یہاں بطور جواب الجواب
شائع کیا گیا ہے - اگرچہ اس دستی اشتہار کی جیسی کچھ حالت ہے دیکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں - تمام جواب کو
تو ایک حرف نہیں - ہاں نزاع ذاتیات و حشو و اہمال تناقض و تہافت وغیرہا کی بھرتی ہے - شاید یہ صاحب
انھیں باتوں کے مولوی فاضل ہوں - خیر - فکر ہر کس بقدر ہمت اوست - اسمیں ان صاحب نے اپنی تیزی
کلام سے ہمپر بھی ایک ناجائز سخت چوٹ کی ہے فاضل صاحب کی جولانی قلم یہ ہے - سرکار کے زمانہ عرس
شریف کا تذکرہ اس تحریر کے لیے جس واسطے کیا گیا وہ سمجھنے والے سمجھ گئے - اُن اکابر علماء کو جو آپ کی تجدید
کی تحریر سے مطابق تحقیق اہل حق علیحدہ ہوگئے اور غلطی سے بچ گئے پھر با فریب چکر الفاظ میں پھانسنا مقصود
ہے - یہ تحریر فاضل صاحب کی مولوی غلام شبّر صاحب بدایونی حضرت والد ماجد قبلہ و کعبہ کی خدمت میں
لے کر حاضر بھی ہوے تھے اور حضرت والد ماجد قبلہ نے اُن سے جستہ جستہ اسکا بیکار ہونا بیان کرکے
خاص اس عبارت کی نسبت یہ فرما بھی دیا تھا کہ آپ اسکو نکلوا ڈالیں - اسمیں ہمارے اوپر بھی چوٹ ہے -
بلکہ اس تحریر کو ابھی شائع ہی نہ کریں جس پر اُنھوں نے عدم اشاعت کے وعدے کے ساتھ یہ بھی وعدہ کیا
کہ خود حضرت مولنا دام بالمجد والکرم بالمشافہہ مولنا احمد رضا خان صاحب سے گفتگو کرکے اس مسئلہ کو
طے کرلیں گے - مگر غالباً فاضل صاحب نے مولوی غلام شبّر صاحب کے کہنے کو نہ مانا اور یہ تحریر شائع ہی

کردی۔ فاضل صاحب کی اس تحریر سے صاف صریح یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو اکابر عظام مولوی احمد رضا خان صاحب
کی تجدید کی تحریر سے مطابق تحقیق اہل حق علیحدہ ہو گئے اور غلطی سے بچ گئے انکو پھر فریب و چکر مین پھانسنا
مقصود ہے گویا وہ لوگ جو اس تحقیق فاضلانہ کے خلاف عامل ہین فریب و چکر مین پھنسے ہوے ہین تو ہم
لوگ معاذ اللہ فریب و چکر مین پھنسے ہوئے ہین۔ فاضل صاحب کا اپنے پیرزادون کے نسبت یہ خیال
جہان تک بھی معیوب ہو مین اسکو کہنا نہین چاہتا۔ مگر ان اہل علم کو صرف اسقدر ضرور دکھانا چاہتا ہون
کہ ہم لوگ نہ انکے بقول کسی تجدید کی تقلید کر رہے ہین۔ نہ معاذ اللہ فریب و چکر مین پھنسے ہوے ہین۔ یہان فاضل
صاحب نے اہل حق سے مراد خود اپنے نفس اور اپنے ہم خیال اہل بدایون کو ہی لیا۔ اور اہل بدایون کی طرف سے
بظاہر اس مسئلہ مین صرف ایک تحریر طبع ہوئی ہے۔ جو ۲۴ شعبان ۱۳۳۲ھ کو ہمین ملی۔ ہم تک جو فاضل
صاحب کی مسلم اہل حق کی تحقیق پہنچی ہے وہ صرف وہی ہے۔ لہذا مین مختصراً فاضل صاحب کو انکی اُس
تحقیق کا حال دکھانا چاہتا ہون جسکی زیادہ تر ضرورت مجھے اپنے اور اپنے اکابر کو فاضل صاحب کے اس سخت
غلط الہام سے بچانا ہے۔ میرا روے سخن اُس تحریر کے رد مین انہین فاضل صاحب ہی کی طرف اس حیثیت
سے ہے کہ وہ انکی مسلمہ ہے۔ اور مسلمہ بھی کیسی کہ اسکی بنا پر انھون نے اُسکے خلاف عمل کرنے والون پر وہ ناجائز
ناروا پوشیدہ چوٹ کی ہے۔ اس پوشیدگی مین جو راز ہے اہل نظر سے پوشیدہ نہین۔

تحریر بدایون مین یہ لکھکر کہ اذان ثانی جو وقت خطبہ روبرو امام کے دی جاتی ہے قریب منبر داخل مسجد
ہونا چاہیے۔ سند مین لکھا۔ عبارات کتب فقہ حنفی سے یہ مضمون واضح ہو رہا ہے۔

اقول جی ہماری سر آنکھون پر۔ مگر ذرا ہمین بھی عبارات نہین ایک ہی عبارت کسی معتبر مستند فقہ حنفی کی کتاب
کی ارشاد ہو جائے جس سے اذان خطبہ کا داخل مسجد ہونا واضح ہو رہا ہو۔ اس فتوی مین تو جیسا کچھ اس امر کو
واضح کیا وہ ابھی بعونہ تعالی کھلا جاتا ہے۔ تحریر بدایون مین ہی فقہاء حنفیہ نے متعدد پیرایون سے اس امر کو
اس طرح بیان کیا ہے کہ بنظر انصاف مقام تشکیک و خلاف باقی نہین رکھا۔

اقول۔ جی اُن فقہاء کے اسماء گرامی اور جہان اُنھون نے اذان ثانی جمعہ داخل مسجد ہونا بیان کیا ہو
ہمین بھی ارشاد ہو۔ آخر مین ذرا اسکا بھی لحاظ رہے کہ ابھی پہلے ہی جلسے مین عبارات تھین اب یہان
صرف پیرایون سے بیان کرنا رہا۔ شاید آگے چلکر یہ بھی نہ رہے اور حق کی صولت صاف صاف
منہ ہی چھوٹے کہ فقہاء حنفیہ نے اسکا داخل مسجد ہونا نہ عبارات مین بیان کیا۔ نہ پیرایون سے عیان کیا
بلکہ صراحۃً اسکا خلاف لکھا ہے۔ جسکو آپ نے محض بزور زبان رد کیا ہے۔ تحریر مذکور مین ہے۔ اور سلفاً
خلفاً علماء کرام و فقہاء عظام حنفیہ کثر اللہ سوادہم کا یہی مسلک ہے۔

اقول۔ اور امام اتقانی صاحب غایۃ البیان نے جو غایۃ البیان شرح ہدایہ مین خاص باب الجمعہ مین
خاص اسی اذان کی بحث مین یہ تصریح فرمائی کہ ھو ذکر اللہ تعالی فی المسجد ای فی حدودہ

تکراھۃ الاذان فی داخلہ - یہ شاید علمارحنفیہ سے نہو نگے - اور ذرا تحقیق علی الاطلاق کی نسبت بھی ارشاد ہوجائے کہ وہ علمارحنفیہ سے ہین یا نہین اسلیے کہ ساتھ تو انھون نے بھی امام القانی کا دیا ہے جو فتح القدیر خاص باب الجمعہ مین خاص اسی اذان کی بحث مین وہی تصریح فرمائی ھو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ - اور وہ جو انھین غایۃ البیان و فتح القدیر اور نیز فتاوی خلاصہ و بحر الرائق وغیرہا کتب معتمدہ مین ہے - قالوا لا یوذن فی المسجد - یہ علماء آپ کے نزدیک حنفی ہین یا غیر حنفی اس ارشاد علمار کو خاص کرنے اور اذان خطبہ کو اُس سے نکالنے کے لیے جو تقریر آپنے فرمائی اُسکا جواب بعونہ تعالیٰ آگے آتا ہے تحریر مذکور مین ہے - دیار وامصار عرب وعجم وعراق روم وشام ہند وسند مین قدیم سے یہی تعامل چلا آرہا ہے - اقول کسی بات کا لکھدینا - کہدینا تو آسان ہے مگر ذرا ثبوت تو دیجیے عرب وعجم وعراق وروم وشام وہند وسند کے کتنے دیار وامصار مین آپ کو جانے کا اتفاق ہوا - یا کم از کم کہان کہان کی تحقیق خبر آپ نے منگا رکھی ہے کہ وہان یہ اذان داخل مسجد ہوتی ہے - خیر سے خیر تو خود اپنے پاس پروس کی بھی نہین اور حکم یہ لگادیا - پھر اُسپر قدیم کی زیادتی اور بھی لطیفہ تر - کیون جناب کس معتبر مستند ذریعہ سے آپ کو معلوم ہوا کہ قدیم سے یہ اذان داخل مسجد تمام دیار وامصار عرب وعجم مین ہوتی ہے - یا آپ کی اصطلاح مین محض آپ کی عمر سے یا آپ سے دو چار جگہ اوپر سہی سے یہی آپ کے آس پاس پروس کی دس بیس شہرون مین ہوتا ہی قدیم سے دیار وامصار عرب وعجم وعراق وروم وشام وہند وسند مین ہونا ہے - اس مسئلہ اذان مین مخالفین نے پہلے روز سے عام طور پر یہی طریقہ برتا کہ سلفاً خلفاً زمانہ قدیم سے صحابہ و تابعین وائمہ کے پاک زمانون سے برابر یہ اذان تمام دیار اسلامیہ مین داخل مسجد ہوتی ہے مگر ثبوت کے نام صرف اپنے زبان کا ایک قول ہے اور بس - ادھر سے کتب فقہ کی عبارات دکھائین کہ یہ اذان داخل مسجد مکروہ وممنوع ہے - خود حضور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور افضل الصحابہ حضور سیدنا صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاک مبارک زمانون کا تعامل دکھایا کہ یہ اذان اُن مبارک زمانون مین خارج مسجد ہی ہوتی تھی مگر وہ تو دیدہ نادیدہ کردینے کی آفت لگی ہوئی ہے سو اسکا ہمارے پاس کیا علاج ہے اللہ عزوجل توفیق اتباع حق دے - تحریر مذکور مین ہے - حرمین طیبین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً مین ہمیشہ سے یہی اذان داخل مسجد متصل امام قریب منبر ہوتی ہے وہان کے حاضر ہونے والون سے یہ امر پوشیدہ نہین - اقول - یہ محض غلط ہے اولاً کیا آپ نے اصل فتوی بریلی نہ دیکھا جسمین آپ کے اس ادعاے باطل کی قلعی اچھی طرح کھول دی ہے - اب دیکھیے اور اس ادعاے باطل سے باز آیئے - ثانیاً فرض کردم کہ آپ اگر حاضر ہوے ہون یا حاضر ہونے والون کی سنی سنائی کہتے ہون اور ظاہر بین لوگ اصل حقیقت سے غافل رہے ہون تو نہایت یہ کہ حال کا حال آپ پر حال ہوا یہ ہمیشہ سے کا ادعاے باطل کس گھر سے لائے ثالثاً فیصلہ حق تو یہین حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد دیکھیے اور فقہ حنفی کے رد سے باز آیئے -

الحمد للہ حدیث صحیح موجود۔ ائمہ واجلہ کی تصریحین موجود کہ یہ اذان زمانۂ اقدس رسالت وخلافت راشدہ صدیق وفاروق رضی اللہ تعالی عنہما مین دروازۂ مسجد اقدس پر ہوتی تھی تفسیر کبیر وتفسیر کشاف و تفسیر خازن وتفسیر نیشاپوری وکشف الغمہ امام شعرانی ملاحظہ ہون۔ بلکہ تفسیر خطیب شربینی وتفسیر جمل مین زمانہ امیر المومنین مولی علی تک کی تصریح ہے اور آپ نے جو حال مین بزعم خود یون ہوتے دیکھی یا سُنی تو آپکے یہان حدیث تغییر بے وضو ہمیشہ سے یوہین ہونے کا ادعا موجود۔ اُسی مین ہے۔ اس کا خلاف کسی روایت فقہی اور صریح روایت حدیث سے ثابت نہین ہوتا۔ اقول جی اور امام القانی اور محقق علے الاطلاق وغیرہما اکابر کی جو تصریحات گزرین اور فتواے بریلی مین اور اُس سے زائد ہین وہ تو آپکے نزدیک روایت فقہی نہونگی۔ علماء نے جو عام حکم فرمایا لا یوذن فی المسجد یکرہ ان یوذن فی المسجد کما فی العالمگیریہ والفتاوی الخانیہ والفتاوی الخلاصہ وخزانۃ المفتین وشرح الطحاوی للامام الاسبیجابی ونظم الامام الزندوستی وغایۃ البیان وفتح القدیر والبحر الرائق والتاتارخانیہ ومجمع البرکات والطحطاوی علی المراقی وغیرہا وہ آپ کے نزدیک روایت فقہی نہوگا۔ اور آپ نے جو علماء کے اس عموم واطلاق سے اس اذان کو اس طرح نکالنا چاہا۔ اور حکم لا یوذن فی المسجد بربناء عبارات مذکورہ فقہاء کرام جنہین لفظ بین یدیہ اور عند المنبر اور علی المنبر اور قریبا من المنبر ہے اذان خطبہ کو شامل نہین۔ اقول۔ یہ الفاظ اس خروج کا تقاضا نہین کرتے جیسا کہ مین انشاء اللہ ثابت کرونگا بلکہ خود قائلان خروج ہی کے اقرار سے ثابت ہے کہ یہ الفاظ مفید خروج نہین۔ مگر اس سے بھی بڑھکر آپکا وہ زعم ہے کہ اذان خطبہ پر لفظ اذان کے اطلاق سے یہ حکم عائد نہ ہوگا اذان کا اطلاق اقامت پر بھی آتا ہے اقول۔ یہان آپ قرآن وحدیث واجماع سب کو پیٹھ دے کر اس اذان کو اذان ہی سے خارج کیا چاہتے ہین اور اُسپر اقامت کی طرح اذان کا اطلاق بتاتے ہین۔ یہ تو فرمائیے کہ آپکا یہ اجتہاد مانا جاے یا صاحب درمختار کا وہ قول جس مین اُنھون نے صراحۃً اس اذان کو بھی اذان مانا اور باب الاذان مین اذان کی تعریف مین داخل مانا ہے حیث قال لم یقل بدخول الوقت لیعم الفائتۃ وبین یدی الخطیب۔ اور جب یہ اذان بھی باب الاذان مین اذان مین داخل تو قطعاً علماء کے وہ احکام جو باب الاذان مین عام ذکر ہوے اسکو بھی شامل۔ اور کیون جناب حدیث صحیح سنن ابی داؤد شریف جس کو اُنھون نے اپنے سکوت سے صحیح یا کم از کم حسن ہونا بتایا اور امام الائمہ ابن خزیمہ نے اُسے اپنے صحیح مین داخل کیا۔ اُسی سے علماء نے بین یدیہ ہونا اس اذان کا ثابت کیا۔ اکابر علماء مثل امام ابن حجر وغیرہ نے اُسی سے مالکیہ پر جو اس اذان کا بھی سرے سے بین یدیہ ہی ہونا بدعت جانتے ہین استناد کیا اور اسطرح سے اُسکا حجت ہونا ذکر فرمایا جس مین ہے

عن السائب بن یزید رضی اللہ عنہ قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر
کیا یہ حدیث اس اذان کے خارج مسجد ہونے مین نص نہین۔ کیا اس حدیث مین نہین کہ یہ اذان اُن پاک مبارک زمانون مین حضور اور صدیق اور فاروق دونون کے سامنے دروازۂ مسجد پر ہوتی تھی پھر کیا اذان من اللہ مین بدلائل قاطعہ نہ ثابت کر دیا تھا کہ مسجد کے دو اطلاق ہین۔ ایک موضع صلاۃ فصیلین دیوار ہین۔ دروازہ سب اس معنی پر خارج مسجد ہین۔ اور اُسکے توابع۔ دوسرا چار دیواری مسجد مع ما فیہا بایں معنی وہ سب داخل مسجد ہین۔ بلکہ یہان ایک تیسرا اطلاق اور ہے کہ فناء مسجد کو بھی مسجد کہتے ہین ولہذا معتکف اُسمین جا سکتا ہے۔ پھر کیا تحقیق مناط رسائل بریلی مین نہو چکی کہ اذان خارج مسجد ہونے کو صرف اسیقدر درکار ہے کہ وہ حدود مسجد مین ہو داخل مسجد موضع صلاۃ مین نہو کہ فتح القدیر مین فرما ہی دیا ہے فی حدودہ لکراہتہ الاذان فی داخلہ۔ اب تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث شریف اس اذان کے بیرونی مراد اہل حق خارج مسجد ہونے مین نص صریح ہے۔ تحریر بدایون مین ہے۔ فقہاء کرام برابر بلا نکیر تصریح فرما رہے ہین کہ اذان ثانی قریب منبر دیجاے۔ ۲ قول وہ دیکھیے صولت حق کا نذر کہ یہان داخل مسجد کی قید اُسنے اُڑوا ہی چھوڑی۔ اگرچہ بباطن ضرور ملحوظ ہے۔ اُسپر اولاً معروض کہ عبارات پیش کردہ مین تو ایک بھی عبارت فقہ حنفی مین لفظ قریب موجود نہین سواے ایک جامع الرموز کے۔ مگر ہان آپنے تدبیر غیر نبھی کہہ پاے اگرچہ اُسکو یہان ذکر نہین کیا۔ خیر جب نہین اب ہمین پتا بتائیے کہ اور کس کس معتمد نے قریباً من المنبر کہا ہے مگر وہ برابر بلا نکیر تصریح فرما رہے ہین تو اب بھی ثابت نہین کہ آخر یہ جو عامہ کتب معتمدہ مین بین یدی المنبر بین یدی الامام کہا اُنمین تو قریباً من المنبر کی تصریح نہین ثانیاً بفرض غلط اگر فقہاء حنفیہ نے بالتحریر اس اذان کے قریباً من المنبر ہونیکی تصریح بھی کر دی تو آپ کو کیا مفید۔ آپ کا مدعا تو نرا قرب نہین بلکہ وہ قرب ہے جو مسجد کے اندر ہو پھر اُسکا عبارات فقہاء مین کہان پتا ہے مطلق قرب کا اثبات آپکو مفید نہین کہ یون تو وہ جو منبر کے سامنے فصیل مسجد پر اذان ہو وہ بھی قریب ہے کہ قرب امر اضافی ہے۔ بلکہ فناء مسجد قطعاً متصل مسجد ہے کہ اُسکی تعریف ہی مین ما اتصل بہ داخل اور مسجد شرعاً بقعۂ واحدہ ہے تو اُسکے ایک جز سے قرب ہر جز سے قرب ہے فافہم ان کنت تفہم تحریر بدایون مین ہے۔ درمختار مین ہے ویوذن ثانیاً بین یدیہ الی ان قال اسی طرح عامہ کتب معتبرہ فقہ مین یہی عبارتین ہین۔ ۱ قول اذان داخل مسجد قریب منبر ہونے کے اوپر اُس زور و شور کے بعد جو صدر فتوی بدایونی مین تھا یہان آکر یکایک داخل مسجد کی قید لفظاً ہر اڑا دینے اور صرف اس اذان کے قریب منبر ہونے پر اقتصار کرنے کی حکمت اب معلوم ہوئی۔ داخل مسجد کے لیے تو کسی طرح کوئی سند ملتی نہ دیکھی ہاں البتہ قریب منبر ہونے کے لیے فقہاء کے کلام مین بین یدیہ وعندہ سے توجیہ کر

کچھ مفید مطلب نکلتا دیکھکر صرف قرب پر اقتصار کیا کہ نام کو کوئی سند پیش کرنے کا تو موقع ہوا اگرچہ مقصود ثابت نہو۔ مگر چونکہ اُس قید داخل مسجد کو بظاہر چھوڑ کر بھی دعوی تو یہ تھا کہ فقہاء کرام برابر بلانکیر تصریح فرماتے ہین کہ اذان ثانی قریب منبر دیجائے۔ اور چارون کتابون کی عبارتین جو پیش کین اُنمین مطلق قریباً من المنبر کی بھی تصریح نہین نہ کہ اُنکے مقصود اُس قرب خاص معین کی جو گز ڈیڑھ گز سے زائد نہو۔ اور کسی طرح اذان کو مسجد سے باہر نہ نکلنے دے۔ لہذا دعوی کی دلیل سے نامطابقت یون رفع کی گئی کہ لفظ بین یدیہ باعتبار حقیقت عرفی حسب تصریحات علمائے محققین علم ادب و تفسیر وغیرہ قرب پر دلالت کرتا ہے۔ اب سارا کیا دھرا حقیقت عرفی کے سر رہا۔ مگر جناب مجیب کو اس سے ابتک ذہول ہے کہ مقصود اصلی کیا تھا اور وہ بھی ثابت ہوا یا نہین۔ مقصود اصلی سے ذہول کرکے نفس قرب کے بین یدیہ مین ثبوت کے لیے مفردات سے عبارت لائے یقال ھذا الشئی بین یدیک ای قریب منک اور نہ سمجھے کہ اگر معنے قرب ہی اسکی حقیقت مین پائے جانے ضروری ہون جب بھی ہمین مضر نہین۔ نہ اُن تصریحات اکابر ائمہ کی منافی جو رسائل بریلی مین مذکور ہین اور بین یدیہ کی تفسیر صرف امام و قدام بتاتی ہین کہ ہر چیز جو پیش نظر ہو اُسے بین یدی کہتے ہین اور عادۃً شرائط ابصار سے قرب بھی ہے تو ہر مرئی قریب ہے اس سے زائد قرب کے لیے خصوص مقام کی دلالت خاصہ درکار ہے جو آج تک کوئی صاحب نہ بتا سکے۔ پھر کیا اس عبارت راغب مین جو قرب ہے اُسکے معنی مراد خود اُنھین نے نہ کھول دیے تھے کہ فرمایا تھا وعلی ھذا قولہ۔ ثم لاٰتینھم من بین ایدیھم لہ ما بین ایدینا یعنی ملائکہ کا کہنا کہ اللہ عز وجل ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اسی معنی پر ہے کیا جبریل یہ کہہ رہے ہین کہ جو کچھ ایک دو ہاتھ آگے ہے وہی اللہ کا ہے کیا اب بھی نہ کھلا کہ عبارت راغب سراسر آپ ہی کے مقصود اصلی کے منافی ہے۔ دوسری عبارت کشاف و مدارک کی پیش کی جسمین ہے حقیقۃ قولھم جلست بین یدی فلان الخ۔ جی مگر وضعت الطعام بین یدیہ کی حقیقت عرفی بین اس سے بھی تنگ تر اور زائد قرب اور حضرت انس کے اس ارشاد کنت اتتبع الدباء واضعہ بین یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم مین پیالہ مین سے لوکی کے قتلے تلاش کرکے حضور کے آگے رکھتا بین یدیہ کی حقیقت اور بھی تنگ اور پھر پھیلاؤ بھی اتنا کہ آٹھ ہزار برس کی راہ تک پھیلا ہوا ہے۔ ثریا آٹھ ہزار برس کی راہ سے بین ایدینا ہے اور آفتاب چار ہزار برس کی راہ سے۔ تو ایسا قرب جو خصوص مقام سے ناشی ہو آپ کو کیا مفید اور ہم کو کب مضر۔ آپ کو تو یہ ثابت کرنا تھا کہ بین یدی کی حقیقت عرفی ایک قرب مخصوص تک منحصر اُس سے زائد نہ بڑھے نہ گھٹے۔ اور پھر یہ ثابت کرنا کہ وہ قرب مخصوص اذان خارج مسجد مین نہین پایا جاتا یہ البتہ آپ کو مفید ہوتا۔ یا کم از کم دلیل صحیح سے یہ ثابت کرنا تھا کہ اذنت بین یدیہ مین خصوص مقام و قرائن حالیہ سے وہ قرب مستفاد ہے جو مسجد کے اندر ہی رہے۔ اور جب یہ بھی نہین وہ بھی نہین تو محض بھرتی سے کیا فائدہ ہے۔ ان سب کے بعد اب ذرا یہ تو فرمائیے کہ کشاف و مدارک و راغب کی تو یہ عبارتین آپ کو مسلم ہین

اور صحاح وقاموس و مختار الصحاح وتاج العروس وغیرہ مین جو بین یدی کو صرف امام وقدام سے تفسیر کیا اُنکی تفسیر کیون ناقابل قبول۔ کیا کتب لغت کی وضع حقیقت بیان کرنے کو نہین ہوتی۔ کیا یہ تفسیر مین جو ان ائمہ لغت نے کین ناقص وغلط ہین۔ کیا کسی معتمد نے اسکی تصریح کی ہے اسی طرح معالم التنزیل سورہ حجرات اور خازن سورہ آل عمران اور ابو السعود سورہ یونس اور جلالین سورہ رعد اور سورہ مریم مین جو بین یدی کو صرف امام وقدام سے تفسیر کیا کیا اُنکی یہ تفسیر صحیح وکامل ہے یا غلط وناقص۔ ہان جناب مولوی فاضل صاحب آپ ہی بتائین تحریر بدایون مین بین یدی مین اثبات قرب سے مقصود اُس قرب خاص کا ثابت کرنا ہے جو اس اذان ثانی کو کسی طرح منبر سے گز ڈیڑھ گز سے زائد نہ بڑھنے دے بہرطور مسجد کے اندر رکھے۔ ادھر مسجد کی فصیل پر ہی موذن گیا اور وہ قرب رخصت ہوا۔ یا اثبات مطلق قرب۔ بر تقدیر ثانی یہان کس نے انکار کیا کہ بین یدی مین ایسا قرب بھی نہین ہوتا۔ آخر بلین یدی ہر مقابل نظر کے لیے تو ضرور ہے۔ اور پیش نظر ہونے کے شرائط ضروریہ عادیہ سے قرب بھی ہے تو ہر چیز جو پیش نظر ہے قریب ہے۔ مگر ذرا اسکا خیال رہے کہ ایسا اثبات قرب آپکو مفید نہین۔ بر تقدیر اول عبارت راغب وکشاف ومدارک مین جو بین یدی کی تفسیر کی اُسمین کہین بھی اُس قرب خاص کا پتا ہے۔ اگر خدا انصاف دے تو خود راغب نے اسی عبارت منقول تحریر بدایون کے بعد وعلی ھذا قول سے اپنی مراد قرب کھول کر آپ کا کُھلا کُھلا رد کر دیا تھا اُسے چھپا جانا کون سا انصاف ہے۔ بلکہ اگر بالفرض ان تینون نے بین یدی کی وہی تفسیر کی جو آپ کا مدعا ہے تو ان تین کی بات معتبر ہے یا اُس کثیر جماعت کی جس نے صرف امام وقدام یا مقابل نظر سے بین یدی کو تفسیر کو کیا اور جس کا موید خود بکثرت آیات قرآن عظیم ومحاورات احادیث شریفہ وعرف علما رعربیت ہے۔ ملاحظہ ہون حق نما فیصلہ وغیرہ رسائل اہل حق ۔ خاص کر جبکہ خود آپ کو بھی اقرار ہے کہ اگرچہ لفظ بین یدیہ بعض جگہ حسب موقع معنی قرب سے خالی اور صرف محاذات پر دال ہوتا ہے جیسا کہ بعض آیات قرآنیہ مین بھی وارد ہوگیا ہے۔ ہان فرمائیے جب لفظ بین یدی آپ کے موافق اور مخالف دونون معنون مین مستعمل ہوتا ہے تو آپ کو بغیر نفی مخالف اُس سے موافق پر استدلال کیسے بن آیا۔ کیا آپ کو نہین معلوم اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ ہان شاید آپ نے اپنے اس قول کو کہ لیکن یہان پر اس امر کی کسی کتاب مین کوئی تصریح نہین نفی مخالف سمجھا ہو۔ مگر مہربان من یہ بخبیر ہے۔ اول تو یہان فاتح شرح قدوری مین اسی بین یدی کی تفسیر اسے وقدامہ موجود ہے۔ اور اگر یہان کسی کتاب مین تصریح نہونا بھی فرض کی جائے تو غایتہ ما فی الباب یہ نفی تصریح ہوئی۔ پھر نفی تصریح تصریح نفی تو نہین۔ بلکہ اپنی سمجھ کے لائق ہون سمجھیے کہ موقع ذکر اذان جمعہ مین اس بات کی تصریح نہونا کہ یہان بین یدیہ اُس قرب خاص سے مخصوص نہین اس بات کی تصریح تو نہین کہ یہان بین یدیہ اُس قرب خاص سے مخصوص ہے۔ اور آپ جبتک اسے نہ ثابت کرلین عبارات فقہا رسے جنمین لفظ بین یدیہ وارد ہے آپکا اُس قرب مخصوص پر استناد نرا خرط القتاد۔ یہ اور بھی

لطیف تر فرمایا۔ بلکہ عبارات مذکورۂ کتب فقہ سے قرب منبر حسب محاورات اہل عرف مستفاد ہے۔ ۲ قول
قرب منبر سے مراد مطلق قرب ہے جو ایک معنی بین یدیہ مین لغۃً عرفاً ہر طرح ملحوظ ہے۔ یا وہ قرب مخصوص
بدایونی کہ محل نزاع ہے۔ برتقدیر ثانی آپ کی مراد یہ ہوئی کہ اگرچہ فقہاء نے ذکر اذان جمعہ مین جو بین یدیہ
فرمایا اُسمین اسکی اصلاً تصریح نہ کی کہ یہان یہ بدایونی قرب مخصوص مراد ہے مگر خواہی نخواہی مستفاد یہی قرب ہے
جو حسب محاورات اہل عرف یعنی اہل بدایون ہے۔ کہیے اسکی کچھ سند بھی ہے یا محض آپ کے کہہ دینے سے ہی
مستفاد ہے۔ اولاً جناب بتائین تو فقہاء نے اور کن کن مواقع مین عبادات بدنیہ کو اسطرح محاورات اہل
عرف پر محمول چھوڑا ہے جیسے یہان باب الجمعہ مین آپ کا ادعا ہے۔ ثانیاً کیون جناب عبارت تو فقہاء کی اور
اُسکے معنی مراد کی طلب کی جائے آپ کے اپنے عرف مزعوم سے۔ کیا آپ کو نہین معلوم کہ شرعاً صفوف
مین امام سے قرب مقصود ہے اور مقصود بھی کیسا خود شرط صحت اقتدار و صحت نماز مقتدیان ہے۔ پھر شرع
مطہر نے اس قرب کی حد صحرا مین اسقدر رکھی کہ اگر دو صفین بھی درمیان ہوسکین تو اقتدا ناجائز اور نماز
باطل۔ تو ڈھائی گز کی دوری بھی بعد مانی۔ اور مسجد مین سو گز کی دوری بھی مانع نہین کہ شرع نے مسجد کو
بقعۂ واحدہ مانا ہے۔ حالانکہ اہل عرف قطعاً اُس ڈھائی گز کی دوری کو جسے شرع مطہر نے بعد مانا قرب مانتے
ہین اور اُسکے مقابل سو گز کی دوری کو جسے شرع مطہر نے قرب مانا بعد سمجھتے ہین۔ وہ کونسا عرف ہے جو کہے کہ
چیز سو گز فصل پر ہو تو نزدیک ہے اور ڈھائی گز پر ہو تو دور ہے۔ جب نظر شرع اور نظر اہل عرف مین اسقدر
بون بعید ہوا کرتا ہے آپ یہان کیسے قرب شرعی کو اپنے عرف کے محاورے پر محمول کیے دیتے ہین۔ تو اب جبکہ
آپ کی یہ بنا ہی فاسد ہوگئی تو اُسپر یہ چُنائی چنی کہ اب قرب سے یہان وہی قرب مراد ہوگا جو معمول علماء اہلسنت
وجماعت ہے۔ وہ کب سالم رہ سکتی ہے۔ فقہاء نے لفظ بین یدیہ سے اذان خطبہ مین استعمال کیا۔
آپ کے بقول خود اُنھون نے تو اپنے معنے مراد کی کوئی تصریح کی نہین۔ مگر آپ نے اُسکو اُس قرب پر محمول کیا
جو منبر کی آنچ سے آگے نہ بڑھے۔ اور اُسکو محاورۂ اہل عرف سے مستفاد مانا۔ اور ہم ثابت کر چلے کہ
فقہاء کے معنی فقہا سے ہی لیے جائینگے نہ محض میرے آپ کے محاورہ سے تو یہان اہل عرف کی آڑ لینی ہی
غلط محض ہے۔ اور جب سرے سے اپنے عرف مزعوم سے یہان استناد ہی غلط ہے تو اب اگر بعض علماء نے
کسی وجہ سے بقول آپ کے اس محاورۂ اہل عرف کی پیروی کی بھی تو وہ شرع مطہر مین کیا حجت ہے۔
اُسپر یہ ظلم کہ جو شرع مین حجت نہین اُسے خود شرع پر حجت قرار دینا خیال تو فرمائیے کیا معنی رکھتا ہے۔ آپ
تو پیرایہ کی عبارت بنا لیتے ہین۔ اسکا حکم سمجھنا کیا دشوار ہوگا۔ برتقدیر اول آپ کے کلام کا حاصل یہ
ہوگا کہ اگرچہ بین یدیہ فی نفسہ مفید قرب نہین مگر عرفاً اُس سے ایک نوع قرب مستفاد ہوتی ہے
یہ قرب اگرچہ بہت وسیع ہے جس سے اذان داخل مسجد ہونے کی بھی تعیین ناممکن نہ کہ متصل منبر
مگر معمول علماء اہل سنت سے اس قرب خاص کی تعیین ہوگئی۔ معمول علماء اہلسنت کیا ہے یہی متصل منبر

چنانچہ عبارت عالمگیری اس پر نص ہے۔ اس کلام کی ابتدا سب اچھی اور حق کو قبول کرتی گئی مگر خاتمہ کے بندنے ابتدا انتہا سب بگاڑ دی یون کہ اس قرب مخصوص کو معمول علماء اہلسنت بنانے کی دلیل عبارت عالمگیری جری بذلک التوارث پیش کرنا ضرور دور ہے اور یہ دور دونون تقدیرون پر یکسان وارد ہے۔ جیسے عبارت فقہا مین لفظ بین یدی المنبر سے معنی مراد کی تعیین اس قرب مخصوص مین بقول آپ کے اس وجہ سے ہوئی کہ وہ علماء اہلسنت کا معمول ہے اور اس معنے کے علماء اہلسنت کے معمول ہونے کا کیا ثبوت یہ کہ عالمگیری نے کہا جرى بذلك التوارث اور بذلک سے عالمگیری نے کیا مراد لیا خود آپ کے فتوے کی عبارت منقولہ مین ہے بین یدی المنبر۔ تو اس قرب مخصوص کا معمول علماء اہلسنت ہونا اس پر موقوف کہ لفظ بین یدی المنبر جس کی طرف عالمگیری نے بذلک سے اشارہ کیا اسکے یہی معنے ہون اور اسکے یہی معنی ہونا اسپر موقوف کہ یہی علماء اہلسنت کے معمول رہے ہون۔ کہیے یہ دور ہوا یا نہین کہیے اثبات حق کے لیے ایسے ہی دلائل پیش کیے جاتے ہین۔ مولوی فاضل صاحب اگر واقعی آپ کو علم و فضل سے تھوڑا سا بھی حصہ ملا ہو تو دیکھیے آپ کی وہ تحریر جسے آپ نے اہل حق کی تحقیق بتایا۔ اور جسکے خلاف عمل کرنے والون کو فریب و چکر مین پھانسا ہوا بنایا اُسکی کیا حالت ہے۔ وہ دیکھیے صدر فتوی بدایونی کا وہ حکم کہ اذان ثانی جو وقت خطبہ روبروامام کے دی جاتی ہے قریب منبر داخل مسجد ہونا چاہیے اور اُسکی وہ جبروتی سند کہ عبارات کتب فقہ حنفی سے یہ امر واضح ہو رہا ہے۔ پھر دوسرے ہی جملہ مین عبارات چاکر صرف یہ رہا کہ فقہاء حنفیہ نے متعدد پیرایون سے اس امر کو سطرح بیان کیا ہے الخ پھر اسپر وہ سلف وخلف کے مسلک ہونے کے دعوے۔ دیار و امصار عرب و عجم و عراق و روم و شام وغیرہ مین ادعاے توارث قدیم۔ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا و تعظیما مین ہمیشہ سے اسی کا معمول بہ ہونا کسی روایت فقہی اور کسی صریح روایت حدیث سے خلاف کا نہ ثابت ہونا غرض لینے نزدیک جو توثیق اپنے جواب کی کرسکتے تھے وہ سب ہی تو کرلی۔ مگر یہ سب زبانی دعوی تھے اب جو عبارات کتب پیش کرنے کا وقت آیا تو اول تو دعوی ہی پہلے سے عام رہا۔ پہلے داخل مسجد پر ادعاے توارث وغیرہ تھا اب صرف یہ رہا کہ فقہاء کرام برابر بلا نکیر تصریح فرماتے ہین کہ اذان ثانی قریب منبر دی جاے۔ اُس قید دخول کے لفظا اڑا دینے کا جو منشا ہے اہل نظر سے مخفی نہین۔ پھر اس پر چار سندین پیش کین جنمین قریب المنبر اذان ہونے کا تو ایک مین بھی ذکر نہین۔ ہان تین مین تو بین یدیہ اذان دیے جانے کا ذکر ہے بھی اور ایک مین تو سرے سے اسکا کچھ ذکر ہی نہین کہ اذان کہان دیجاے۔ صرف یہ ذکر ہے کہ بیع کب سے مکروہ ہے بعض نے فرمایا اذان منبر کے وقت سے بعض نے فرمایا نہین بلکہ اذان علی المنارہ کے وقت سے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اذان جو بعد الزوال ہے اُس وقت سے بیع مکروہ ہے خواہ وہ منبر والی اذان ہو یا منارہ والی۔ آپ نے اگرچہ کہین بھی اسکا حکم نہ فرمایا تھا

کہ اذان کہاں دی جائے۔ مگر بدایونی تحریر نے عدد زیادہ دکھانے کے لیے اسے بھی سند بنا لیا۔ مگر چونکہ اُن میں سے
بھی کسی میں اذان قریباً من المنبر کا ذکر تک نہیں تھا لہذا اب خود لفظ بین یدیہ میں ادعا کیا کہ وہ باعتبار
حقیقت عرفی قرب پر دلالت کرتا ہے۔ اور اُسپر تین عبارتیں سند میں لائے جنمیں سے عبارت راغب کا اپنے
ناموافق ٹکڑا حذف کر دیا حالانکہ وہ انکے منقولہ ٹکڑے کی وضاحت کر رہا تھا مگر اپنے ناموافق پاکر اُسے حذف
کر دیا جس سے مل کر عبارت راغب قطعاً انکے مقصود اصلی قرب مخصوص داخل مسجد کے مخالف ہو گئی۔ اور
اُن دونوں بقیہ عبارتوں میں بھی انکے مقصود کا کہیں پتا نہیں لہذا اب اُن سے بھی نہ بنتی دیکھکر اپنی فرضی
عدم تصریح کو تصریح عدم ٹھہرا کر بین یدیہ میں حسب محاورات اہل عرف وہی قرب مستفاد مانا جو اپنا
مقصود ہے۔ پھر اسی کو معمول علمائے اہلسنت بتا کر عبارت عالمگیری سے اُسپر سند لائے جس نے یہ درمیان
کے ادعائے حقیقت عرفی کے مرحلے طے کیے کرائے چھوڑا کر پھر وہی بین یدیہ کا بین یدیہ پر پہنچا دیا۔
غرض بین یدیہ کا اسی قرب مخصوص میں منحصر ہونا۔ یا کم از کم عبارات فقہ میں وہی قرب مخصوص مراد
ہونا کسی طرح سے نہ ثابت ہونا تھا نہ ہوا۔ کہیے یہی وہ تحقیق اہل حق ہے جسکی بنا پر آپ نے عاملین سنت کو
فریب وچکر میں پھنسا ہونا بتایا ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تحریر بدایوں میں ہے۔ نیز عند بھی قریب کے لیے ہے۔ اقول۔ آپ کو اس اذان کے داخل
مسجد ثابت کرنے کے لیے اگر عند اور علی اور بین یدیہ میں کوئی کچھ کام دے سکتا تھا تو وہی بین
یدیہ۔ کہ اُسی کے معنی آپ کہیں سے وہی قرب مخصوص ثابت کر لیتے تو آپ کو مفید ہوتے۔ سو وہ تو آپ سے
ہر چند ثابت کرنا چاہے نہ ہونا تھے نہ ہوئے۔ رہ گیا عند۔ اولاً آپ نے اسکا بھی لحاظ کیا کہ وہ آپ کی منقولہ
عبارت عالمگیری میں اس اذان کے لیے کہاں استعمال ہوا ہے۔ سُنیے وہ صرف ایک بیان میں استعمال ہوا ہے
کہ بیع کون سی اذان سے مکروہ ہے۔ سعی کونسی اذان سے لازم ہے بعض علماء نے اُسمیں یہ بھی فرمایا عند
اذان المنبر پھر کیا پتا دینا اُس پتا دی ہوئی چیز ہی کو طریقۂ مسنونہ و مطلوبہ بتاتا ہے جو آپ کے مدعا کی
دلیل ہو۔ بلکہ مسنون بتانا درکنار اُس سے نفس جواز کا اثبات دشوار۔ کیا آپ نے حق کا فیصلہ نہ دیکھا۔ کیا
اُسمیں صاف صاف نہیں ثابت کر دیا تھا کہ پتا دینا ہرگز جواز پر حکم دینا نہیں ہوتا۔ خیر جب نہیں تو اب
سہی۔ ذرا فرمائیے تھا ایک مجمع میں بادشاہ اور قاضی۔ امرا اور مفتی و اہل دربار دیگر حضار حاضر ہوں
ایک شخص جو بادشاہ سے ناواقف ہو مفتی صاحب سے پوچھے کیوں جناب ان میں بادشاہ کون ہے وہ
فرمائیں وہ جو سونے کا تاج پہنے کھڑا ہے۔ تو کیا یہاں ان مفتی صاحب نے بادشاہ کے لیے سونے کا تاج پہننا
جائز قرار دیا۔ سب میں زیادہ یہ کہ اکابر علما رمیں سے امام نووی نے شرح صحیح مسلم و علامہ طاہر نے مجمع
بحار الانوار میں فرما دیا کہ العلامۃ تکون بمحرام و مباح۔ پتا جائز و ناجائز دونوں طرح کی باتوں سے
دیا جاتا ہے۔ تو جب عبارات علما رمیں عند پتا ہے اور پتا جائز و ناجائز دونوں سے ہوتا ہے پھر

آپ اُس سے جواز پر دلیل نہ لاسکنے نہ کہ بجائی حکم اُس سے اسی طریقہ کے سنت ہونے پر استدلال کرتے ہین ثالثاً عند اگر قرب پر دلالت بھی کرے تو ظاہر ہے کہ مطلق قرب تو آپ کا مقصود نہین - رہ گیا وہ قرب مخصوص سو علمار نے کہان فرمایا کہ عند اُس قرب مخصوص پر دال ہے - اور دال ہو بھی تو بھی کچھ مفید نہین جبتک کہ آپ عند کا اُسی قرب مخصوص مین منحصر ہونا - یا کم از کم اُس عبارت فقہار مین اُسکا اُسی قرب مین مستعمل ہونا ثابت نکردین - ثالثاً عند اگر قرب پر دلالت کریگا تو یون ہی تو کہ مابعد عند کو ماقبل سے قرب ہو - پھر آپ نے یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ آپ کی منقولہ عبارت مین مابعد عند کیا ہے اور ماقبل عند کیا ہے - سُنیئے آپ کی منقولہ عبارت مین ماقبل عند وجوب سعی وکراہت بیع اور مابعد عند اذان منبر ہے - تو عبارت کے معنے یہ ہوے کہ وجوب سعی وکراہت بیع اذان منبر سے قرب ومتصل ہے - کیسے اس مین اذان کو منبر سے قرب مکانی کہان سے نکالا - اذان کو منبر سے قرب تو اگر ہوتا تو جب ہوتا کہ عند منبر پر داخل ہوتا سبحٰن اللہ عند داخل تو ہو اذان پر وجوب سعی اور کراہت بیع کے بعد - اور اذان بجاے وجوب سعی وکراہت بیع سے متصل ہونے کے مل جاے جاکر منبر کی گز سے - رابعاً اگر خدا انصاف دیتا تو یہین سے عبارت علمار کے معنی واضح تھے - اُنکی عبارت مین عند قرب مکانی کے لیے مستعمل ہی نہین ہوا جو آپ اذان کو منبر سے گز ڈیڑھ گز کر لینے پر اُس سے استدلال کرین - بلکہ اُنکی عبارت مین عند وقت کے لیے آیا ہے - یعنی اذان منبر ہونے کے وقت سے بیع مکروہ - سعی واجب ہے اور غیر ذلک قطعاً وہان بحث اسی کی تھی کہ کب سعی واجب بیع مکروہ ہوتی ہے - ردالمحتار مین ہے (قولہ ووجب سعی) لم یقل افترض مع انہ فرض للاختلاف فی وقتہ ھل ھو الاذان الاول او الثانی او العبرۃ لدخول الوقت بحر وحاصلہ ان السعی نفسہ فرض والواجب کونہ فی وقت الاذان الاول دیکھیے بحث وقت وجوب سعی وغیرہ مین بھی اُسی بیہین علمار نے وہ اختلاف ذکر کیا جو آپ نے عالمگیری سے لکھا - تو وہان عند قطعاً ظرف زمان مستعمل ہے - کیسے اتصال وقرب زمانی سے اتصال وقرب مکانی ثابت کرنا کون سا انصاف ہے - یہ کیا خواہ مخواہ عند کو یہان قرب مکانی مین مستعمل سمجھنا کلام کو اُسکے معنی مقصود سے دور پھینکدینا نہین تو اور کیا ہے باقی رہا لفظ علی اُسکی بحث عنقریب عرض کرتا ہون بتوفیقہ جل وعلا - تحریر بدایون مین ہے فارسی اور اردو زبان مین اسکا ترجمہ نزد و پاس ہوتا ہے - اقول - جی ہوا کرے کہ آخر عند حضور کے لیے تو ہے ہی اور حضور ایک نوع قرب ضرور ہے -

اُسی مین ہے - مبسوط مین ہے عند عبارۃ عن القرب یا مفردات امام راغب مین ہے عند لفظ موضوع الی قول والمنزلۃ - اقول - اور اصول امام اجل فخرالاسلام بزدوی ومتن تنقیح وشرح توضیح امام صدرالشریعہ وتلویح امام تفتازانی وتحریر امام ابن ہمام وتقریر امام ابن امیرالحاج ومتن منار وشرح کشف الاسرار وغیرہ مین تصریحاً وتقریراً عند کے معنی صرف حضور ہین - اور رضی شارح کافیہ

وغیرہ علمار عربیت نے تصریح کی ہے کہ عند قریب اور بعید دونون کے لیے ہے۔ خود قرآن عظیم مین وہ اُن دونون محاورون پر مستعمل ہے ملاحظہ ہو عق نما فیصلہ وغیرہ رسائل اذان۔ پھر اگر وہ مفردات وغیرہ کی تفسیر ان سے منافی سمجھیے تو بسوط و مفردات کا کتنا معتبر ہے یا اس جماعت کثیر کا جسکی ہا ئید خود قرآن کریم سے ہے۔ اور غور کیجیے تو دونون کا معتبر۔ اور دونون کا آپ کے مضر۔ ایک نے قرب کہا۔ اور ایک نے حضور اور حضور ایک نوع قرب ضرور ہے۔ اصل یہ ہے کہ آپ اپنا مدعا بھول گئے۔ یاد کیجیے آپکا مدعا صرف اثبات مطلق قرب نہین۔ بلکہ قرب مخصوص ہے جو داخل مسجد سے اذان کو باہر نہ آنے دے۔ آپ اُسکو ثابت کیجیے ورنہ مطلق قرب آپ عند اور بابیں یدایہ مین اگر دو ہزار عبارتون سے بھی ثابت کرین تو نہ آپ کو مفید نہ ہمکو مضر۔ بلکہ ہمارے ہی ایک جزء دعوے کا اثبات ہے۔ کما لا یخفی۔ تحریر یذکورین ہے بعض فقہاے کرام نے بعد قول عند المنبر کے یہ بھی تصریح فرمادی ہے ای قریبا منہ۔ کما فی جامع الرموز وغیرہ۔ اقول۔ اولاً آپ نے تو ایک بھی قول فقہاء کرام کا ایسا نہ پیش کیا جسمین عند المنبر کا لفظ تک ہو۔ یہ بحث تو علیحدہ رہی کہ وہ بیچ مین ہے یا حکم مین۔ ثانیاً آپ نے یہ کیسے تو کہدیا کہ بعض فقہاء کرام نے بعد قول عند المنبر کے یہ بھی تصریح فرمادی ہے ای قریبا منہ کما فی جامع الرموز وغیرہ۔ کیا آپ اسکا ثبوت دے سکتے ہین کہ کن فقہاے کرام نے کس جامع الرموز مین بعد قول عند المنبر کے اُسکی تفسیر قریبا منہ سے کی ہے۔ ثالثاً آپ جامع الرموز مین اذان ثانی کے بارہ مین لفظ عند المنبر ہی دکھائیے۔ اور نہ دکھا سکے اور ہم کہے دیتے ہین کہ آپ ہرگز نہ دکھا سکین گے۔ تو آئندہ سے ایسے بے سوچے سمجھے بے دیکھے بھالے غلط حوالے دینے سے باز آئیے۔ رابعاً پھر آپ نے تنہا جامع الرموز کا ہی غلط حوالہ نہ دیا۔ بلکہ اُسکے ساتھ وغیرہ کو بھی لے لیا۔ ثبوت دیجیے کہ کس وغیرہ نے عند المنبر کہدینے کے بعد اُسکی تفسیر قریبا منہ سے کی ہے۔ بلکہ یہان نرا قریبا منہ ہی اذان جمعہ کے بارہ مین کسی وغیرہ سے دکھائیے خامساً کیا واقعی آپ اپنا مدعاے اصلی بھولے ہوے ہین۔ یا واقع مین آپنے اپنا مدعاے اصلی وہی قرار دے لیا کہ فقہاء کرام برابر بلا قید تصریح فرما رہے ہین کہ اذان ثانی قریب منبر دی جاے جسمین بظاہر قید دخول مسجد کی نہین ہے۔ اگر واقعی اب آپکا مدعا نرا اثبات قرب ہے اور قید دخول اُسمین معتبر نہین تو پھر صاف صاف اسکا اقرار فرمائیے۔ اور اپنے صدر فتوے سے جو آپ نے لوگون کو ایک غلط فہمی مین مبتلا کر دیا ہے اُنکو اُس سے نکالیے۔ اور اگر وہ قید دخول صرف بظاہر محذوف و بباطن ملحوظ ہے تو پھر بار بار آپ کی یہ قریب قرب کی پکار کیا معنی رکھتی ہے۔ کیا آپکو نہین معلوم کہ دو قرب ایک معنی اضافی ہے۔ وہی محاورات اہل عرف جنکو آپ فقہاء پر حاکم بنانے چلے ہین اُنہین کو دیکھیے۔ کیا خود آپ نے ہی اپنی عمر مین بارہا نہ کہا سنا ہو گا کہ بدایون سے بریلی قریب ہے اور بمبئی دور اور بمبئی قریب ہے اور مکہ معظمہ دور ہے۔ بلکہ خود بدایون مین مدرسہ قادریہ سے جامع مسجد قریب ہے

اور استشہد دور الی غیر ذلک من المقولات - کیا اب بھی آپ کو نہ کھلا کہ قرب خود ایک معنی اضافی ہے۔ اور اُن میں آپ کا مقصود وہ قرب خاص جو مسجد سے اذان کو باہر نہ نکلنے دے فصیل پر نہ جانے دے۔ تو آپ کو فقہاء کے مقصود قرب اذان من المنبر میں اُنھیں کے مستند سے ثبوت وہ دینا تھا کہ آپ کو موید ہوتا جو آپ نے سولہ زبانی جمع خرچوں کے ابتک نہ دیا۔

تحریر مذکور میں ہے بعض فقہاء کرام نے اس قرب کی اسقدر تاکید فرمائی ہے کہ لفظ علی المنبر سے تعبیر کیا۔ کما مر نقلا عن الهندیہ - اقول - اولاً لفظ علی المنبر سے اگر آپکا مقصود ثابت ہوتا بھی ہوتا جب بھی اُسکا جواب شرعی اُس عبارت ہندیہ کے لفظ علی المنبر سے نہیں نکلتا کہ وہ بتاتا ہے اور بتاتا جائز و ناجائز دونوں سے ہوتا ہے کما مر نقلا عن الامام النووی و مجمع بحار الانوار - ثانیاً آپ کتنا ہی چھپائیں مگر ہم آپکی وہ حکمت جان ہی گئے جس سے آپنے علی المنبر اپنی مقصود قرب پر استدلال ایسے لفظوں سے کیا ہے - بین یدیہ اور عند المنبر جنھیں اُس قرب خاص کا پتا تک نہیں اُنھیں تو وہ کچھ زور و شور - کہیں ادعای حقیقت عرفی - کہیں ادعاے توارث - اور یہاں باوجود اسکے کہ صراحۃً لفظ علی المنبر دیکھیں اور موذن کو خاص منبر پر نہ چڑھوادیں - کچھ تو ہے جسکی اتنی پردہ داری ہے - خیر اسکی تو جو وجہ ہے وہ اہل نظر پر مخفی نہیں جسکو خود تحریر بدایوں کا طرز استدلال پکار پکار کر کہہ رہا ہے - مگر اولاً آپ یہ تو فرمائیں کہ آپ کا وہ قرب مخصوص جسکو آپ فقہاء کا لفظ علی المنبر سے تاکید فرمانا بیان کر رہے ہیں وہ لفظ علی کے معنی حقیقی ہیں یا مجازی یا صرف آپ کے مقرر کردہ - شق اول و ثانی میں کس معتمد نے کہاں تصریح کی ہے کہ لفظ علی کے یہ معنی حقیقۃً یا مجازاً آتے ہیں - شق ثالث میں آپ کی مقرر کردہ اصطلاح آپکو ہی مبارک رہنے اپنی اصطلاح کو آپ فقہاء پر کیوں حاکم بنا رہے ہیں - بلکہ یہاں تو یہ اصطلاح خود ساختہ فقہاء پر حاکم بنانا اتنا مفید بھی نہیں کہ یہ لفظ علما کے صرف بتا دینے میں فرمایا اس سے تو یہی بہتر ہوتا کہ آپ لفظ بین یدیہ کے یہی معنی اپنی اصطلاح میں مقرر کرکے فقہاء پر حاکم کر دیتے چلیے بے تکلف اذان مسجد کے اندر ہو جاتی - ثانیاً آپ نے جانا بھی کہ علی کے حقیقی معنی صرف استعلا حقیقی حسی ہی نہیں جو آپ نے یہاں نہ بنتے دیکھکر یہ خود ساختہ علی کے معنی مقرر کیے - بلکہ علی کے اور بھی معنی حقیقی علماء نے بیان فرمائے ہیں جو قطعاً یہاں بنتے ہیں - اور جبتک حقیقت بنتی ہو کلام کو مجاز پر بھی محمول کرنا ناجائز کما بین فی الاصول نہ کہ کلام علماء میں بے دلیل محض اپنی خود ساختہ اصطلاح لیکر جانا - سنیے علی کے اصل حقیقی معنی لزوم ہیں - کشف امام بخاری میں ہے اما علی فللالزام یا عتبار اصل الوضع - تحریر امام ابن الہمام و تقریر امام ابن امیر الحاج میں ہے وھو ای اللزوم ھو المعنی الحقیقی اور شک نہیں کہ یہ اذان اگرچہ خارج مسجد ہو مگر ہمیشہ لازم و ملازم منبر ہے - اسی طرح علی کے ایک معنی حقیقی مصاحبت کا بھی ہیں اتقان شریف میں ہے - علی حرف جر له

معاذن ثانیھا الصاحبۃ کمع نحو واتی المال علی حبہ ای مع حبہ وان ربک لذو مغفرۃ للناس علی ظلمھم۔ کیا اس اذان اور منبر کا ساتھ نہین۔ کیا دونون کا وقت ایک نہین۔ تو جب علی کے یہ دونون معنی حقیقی بیان بنتے ہین اُسوقت تک علی اپنے معنی حقیقی ہی پر محمول اور آپ کا اُسکو اپنے قرب خاص کی تاکید کے لیے ایک خود ساختہ معنی پر حمل کرنا قطعاً مردود و مخذول۔ ثالثاً اس اذان عند المنبر یا علی المنبر کے معتبر ماننے والے اُسکی دلیل یہ بتاتے ہین کہ ھوالذی کان علی عھد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابی بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔ زمانہ رسالت وخلافت ہین یہی اذان تھی۔ کیا زمانۂ رسالت وخلافت ہین خاص منبر پر اذان ہوتی تھی اسے تو خود آپ نے بھی نہ مانا۔ ولہذا فرمایا کہ بعض فقہاء کرام نے اس قرب کی اسقدر تاکید فرمائی ہے کہ لفظ علی المنبر سے تعبیر کیا۔ آپ نے بھی علی کو استعلاء منبر پر محمول نہ کیا بلکہ اپنے اُس قرب خاص پر۔ آخر اس تاویل کا منشاء کیا ہے۔ یہی نہ کہ زمانۂ رسالت وخلافت سے حقیقت استعلاء یعنی منبر پر اذان ہونے کا ثبوت نہین تو اُس آپ کے اتصال منبر کا کب ثبوت ہے۔ بین یدی علی باب المسجد کا ہے جو بمعنی مراد اہل حق خارج مسجد ہے تو کیا ہر عاقل ہتا دین کے نزدیک واجب نہوا کہ علی ہو یا عند ہر ایک اُسی معنی ثابت پر محمول ہو۔ ولکن الانصاف قد عز فی الاخلاف

تحریر مذکور مین ہے جب فقہاء کرام حنفیہ تصریح فرما رہے ہین کہ اذان مذکور قریب منبر ہو۔

اقول جیسی کچھ اُنھون نے تصریح کی اور جس قرب کی تصریح کی وہ ظاہر کیا جاچکا بعونہٖ اللہ تعالیٰ۔ اُسی مین ہے۔ اور اُسی کو متوارث لکھ رہے ہین۔ اقول۔ یہی کس قرب کو۔ اُس قرب کو جو غیر مشرع اس اذان مین معتبر ہے تو ہماری سر آنکھون پر۔ یا آپ کے قرب مخصوص کو۔ سو اُسکو متوارث لکھنا درکنار آپ ابھی تک یہی ثبوت نہ دیسکے کہ اُنھون نے اُسکو ایک جگہ بھی لکھا ہو۔ بلکہ اُنھون نے صراحۃً اُسکا رد فرمایا ہے کما مر نقلاً عن الاتقانی والفتح وغیرھما۔ تحریر مذکور مین ہے۔ یہی امر متوارث عن قدیم الزمان بالفعل یہی عامہ بلاد اسلامیہ مین شایع ومعمول ومقبول علماء محققین اہلسنت وجماعت ہے کہ اذان خطبہ بین یدی الخطیب قریباً من المنبر داخل مسجد ہوتی ہے۔ اقول۔ اب وہ داخل مسجد کی قید بظاہر مصلحۃً محذوف پھر بالفعل عامۂ بلاد اسلامیہ سے ادعائی سند دینے کا ذرا سا سہارا پاکر میدان مین آگئی۔ مگر اولاً فرمائیے تو متوارث عن قدیم الزمان آپ نے اپنی اصطلاح مین کسے مقرر کیا ہے۔ یہ اسوجہ سے پوچھتا ہون کہ ابھی آپ علی کے ایک معنی اپنی طرف سے مقرر کرہی چکے ہین۔ فرمائیے متوارث عن قدیم الزمان کے وہی معنی ہیں جو علماء اہلسنت نے لیے کہ زمانۂ رسالت سے زمانۂ موجودہ تک ایک امر برابر چلا آتا ہو وہ ہی امر متوارث عن قدیم الزمان شرعاً ہے۔ یا آپ کے کوئی اصطلاحی متوارث عن قدیم الزمان کے معنی اور ہین۔ ثانی آپ کا اصطلاحی ہے آپ کو ہی مبارک رہے۔ اول مین زمانۂ رسالت سے چلیے وہ دیکھیے حدیث ابی داؤد شریف مین ہے کہ اُس پاک مبارک زمانہ مین یہ اذان باب المسجد پر ہوتی تھی جو قطعاً آپ کے

مراد پر داخل مسجد نہین - زمانہ خلافت راشدہ مین دیکھیے تو بھی یہ اذان خارج مسجد ہی ہوتی تھی - زمانہ ائمہ سے دیکھیے تو امام شیخ الاسلام علی اسبیجابی سے لے کر اصحاب فتاوی عالمگیریہ تک تصریح فرماتے ہین کہ اذان داخل مسجد نہو - بلکہ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی تک عمدۃ الرعایہ مین سنت اسی کو بتا رہے ہین کہ اذان مسجد سے باہر ہو - کہیے اب وہ آپ کا توارث عن قدیم الزمان کہان گیا - اب رہ گیا عامہ بلاد اسلامیہ مین اسکا شائع و مقبول علمائے محققین ہونا تو جب آپ کے نزدیک یہی دس بیس آپ کے دیکھے بھالے شہر عامہ بلاد اسلامیہ - اور یہی آپ کے جانے بوجھے دو چار عالم علمائے محققین رہ گئے ہین تو واقعی انہین تو ضرور یہ اذان اسی طرح رائج ہے جیسے آپ کہتے ہین زیادہ سے زیادہ اور آپ اپنے سے دو چار بستیان اور بتا ثبوت دے سکیین - اس سے زائد تو ابھی تک آپ نے کوئی ثبوت نہین دیا - اور نرا آپ کا زبانی ادعا کیا حجت ہے - اب آپ کا یہی ادعا غلط پر بےجا ئی جتنا تو اسکو بیرون دروازہ نکال کر دور پھینکدینا عقل سلیم کے نزدیک خلاف تحقیق و تقلید ائمہ حنفیہ معلوم ہوتا ہے - بناء باطل علی الباطل ہے ۔ ذرا یہ تو ارشاد ہو جائے کہ یہ بیرون دروازہ نکال کر دور اسے کس نے پھینکا - یہان کس نے کہا - کہان کہا کہ یہ اذان دروازہ سے بھی باہر نکال کر دور پھینک دیے جانے کا حکم ہے - جسنے یہ کہا ہو اس سے کہیے کہ خلاف تحقیق و تقلید ائمہ حنفیہ معلوم ہوتا ہے وہ قائل جانے اور آپ - ہم نے نہ یہ کہا نہ پھر آپ کا یہ خلاف تحقیق و خلاف تقلید کہنا وارد ہم نے جو کہا ہے یعنی اس اذان کا خارج مسجد یعنی موضع صلاۃ ہونا سو وہ تو بفضلہ تعالی نہ خلاف تحقیق - نہ خلاف تقلید ائمہ حنفیہ - بلکہ عین تحقیق و عین تقلید ائمہ حنفیہ ہے - جسکا وضوح رسائل اہل حق مین بفضلہ تعالی خوب ہو چکا - اور اس مختصر مین بھی بقدر کافی گذر چکا - تحریر مذکور مین ہے - جو اذان کہ صحن مسجد بلکہ دروازہ مسجد کے باہر ہو گی اسپر محاورہ عرب مین عند المنبر قریبا من الخطیب کا ہرگز اطلاق صحیح نہین ہے - اقول - دروازہ سے بھی باہر اس اذان کا ہونا نہ ہم نے لازم کیا - نہ ہمین یہان اسپر ان اطلاقون کے حسب محاورہ عرب صحیح ثابت کرنے کی ضرورت - مگر ہان صحن مسجد سے باہر حدود مسجد مین جو اذان ہو اسپر عند المنبر قریبا منہ کا اطلاق آپ کے عرف مخصوص کے قرب مخصوص پر نہ صحیح ہو مگر عرف عرب مین ضرور صحیح ہے - خود آپ کو اقرار ہے کہ جیسے عند اور قریبا منہ قرب پر دال ہین اسی طرح بین یدیہ بھی جبھی تو آپ کے بقول فقہاء نے ان الفاظ سے قرب بین یدیہ کی تاکید کی - پھر دیکھیے اذان باب المسجد پر ہوا اور خود صحابی اہل زبان سائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنہ اسے بین یدیہ کہین - کیا یہ صحابی آپ کے نزدیک عرب نہ تھے - کیا ان کا محاورہ محاورۂ اہل عرب نہ تھا - اور جب وہ قطعاً عربی اور ان کا محاورہ قطعاً محاورۂ عرب اور وہ باب المسجد پر اذان کو بین یدیہ کہین کہیے اب بھی کچھ شک رہا کہ محاورۂ عرب مین عندہ اور قریبا منہ دونون کا اطلاق اذان علی باب المسجد پر صحیح ہے - اللہ عزوجل نے فرمایا کہ ان الذین یغضون اصواتھم عند

رسول اللہ اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبھم کا یہ کیا جب حضور منبر پر تشریف فرما ہین تو آپ
اجازت دیسکتے ہین کہ ایک شخص عین مواجہہ اقدس مین صحن مسجد شریف سے خارج کھڑے ہو کر چلائے - کہ نہ
چلّانے کا حکم تو عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھا - اور عند کی حد آپ کے بقول صحن مسجد
کے اندر اندر بلکہ منبر کی گگر سے گز ڈیڑھ ہی گز ہے - مقصود شرع مطلقاً مواجہہ اقدس مین چلّانے سے منع
کرنا ہے یا گز دو گز چار گز کی دوری سے - کیا آپ اس دوری کی تعیین کر سکتے ہین - جو دربار جسکی رسائی
دروازۂ سلطانی سے آگے نہین اگر بحکم سلطانی کسی کو بلانے جائے تو کیا نہین کہتا کہ جئت من عند
الملک - مین بادشاہ کے پاس سے آیا ہون - کیا اُسکا یہ کہنا غلط ہوگا کہ در دولت و تخت کا فاصلہ
دروازۂ مسجد و منبر سے بھی زائد ہے - کیا ایک گلی کہ باب السلام سے سو گز فاصلہ پر رہتا ہوا اپنے مکان کا
پتا یون نہین بتاتا کہ عند باب السلام - باب السلام کے پاس ہے کیا آپ ثبوت دیسکتے ہین کہ
کہ یہ محاورات اہل عرب کے محاورات پر غلط ہین رب عزوجل نے فرمایا و لو ترٰی اذ فزعوا فلا
فوت و اخذوا من مکان قریب اس مکان قریب کی تفسیر مدارک مین دیکھیے کہ فرمایا و اخذوا
(من مکان قریب) من الموقف الی النار اذا بعثوا - او من ظھر الارض الی
بطنھا اذا ماتوا او من صحراء بدر الی القلیب دیکھیے موقف سے نار کی طرف پکڑ بلائے جانے کو
مکان قریب سے پکڑ بلایا جانا فرمایا - کیا موقف و نار کا فاصلہ آپ کے نزدیک اُتنا بھی نہین جتنا مقام
خطیب و منبر سے آپ کی مسجد بدایون کے صحن کے ختم تک - پھر کیا آپ قرآن مجید کو کہہ سکتے ہین کہ اُس نے
معاذ اللہ محاورہ عرب کے خلاف یہان فرمادیا - تحریر مذکور مین ہے بلکہ اُردو جاننے والے بھی ایسی اذان
منبر یا خطیب جی صاحب کے پاس یا نزدیک ہرگز نہ کہین گے - اقول اردو نرے بدایون نہ
آپ کے گھرانے مین ہی نہین بولی جاتی بلکہ اُسکے جاننے والے ہند مین اور بھی بستے ہین - جو صحن مسجد اور
خطیب جی کی جگہ یا منبر کا درمیانی فاصلہ تو کیا چیز ہے اس سے بھی زائد دوری کو نزدیک اور پاس کہتے ہین -
کیا آپ کو اب تک نہ معلوم ہوا کہ یہ نزدیک اور پاس ہونا ایک امر اضافی ہے جسکی تعیین بخصوص مقام و
قرائن حالیہ ہوتی ہے تو اب آپ کو بدلیل صحیح ثبوت دینا تھا کہ خطیب جی کے پاس اذان دیگئی اس مین یہان
خصوص مقام یہی ہے کہ اذان مسجد کے اندر خطیب جی صاحب سے صرف گز ڈیڑھ گز کے فاصلہ پر ہو
ورنہ پاس نہ رہیگی محض آپ کا ادعا زبانی محل نزاع مین خصم کیون ماننے لگا - ثانیاً - تھوڑی دیر کے
لیے بفرض غلط و محال فرض کر لیجیے کہ محاورۂ عرب مین اور اردو جاننے والے دونون اس اذان کے صحن سے
باہر ہونے پر قریب اور نزدیک اور پاس اسے نہین جانتے تو جناب من نرے اس سے بھی تو کام نہین چلتا
مسئلہ شرعی فقہی ہے نرا محاورۂ عام اہل عرب یا اہل اُردو اگر اُسکو عند المنبر قریباً من الخطیب خطیب
جی صاحب کے پاس یا نزدیک نہ بھی کہے تو اُنکا وہ محاورہ فقہا پر تو حاکم نہین کہ اُنکے بولے ہوئے

لفظ مین بھی وہی لے لیا جاے حالانکہ وہ خود اپنا محاورہ بیان کر چکے ہین - ملاحظہ ہو کنز ہدایہ قدوری وغیرہ مین ہے سرق من المسجد متاعا وربہ عندہ قطع مسجد مین سے کوئی چیز چرائے اور مالک اُسکے پاس ہے ہاتھ کاٹا جائے گا دیکھیے درمختار ومجتبی وفتح القدیر وبحر وغیرہا مین اس عند کی تفسیر کی لیے بحیث یراہ سے عند کے معنی ہین پیش نظر ہونا جوہرہ نیرہ مین کی ھذا اذا کان الحافظ قریبا منہ بحیث یراہ اما اذا بعد بحیث لا یراہ فلیس بحافظ دیکھیے یہان اسی پیش نظر کو قریب اور جہان سے نظر نہ آئے اُسے بعید بتایا - اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ اذان صحن مسجد سے باہر پر قطعاً عرف فقہا مین عند اور قریباً من المنبر کا اطلاق صحیح ہے - غالباً آپ کو یاد ہو گا کہ مین قرب اہل عرف وقرب معتبر عند الشرع مین یون بعید ثابت کر چکا ہون ملاحظہ ہو مسئلہ صفوف فی الصحراء وفی المسجد الکبیر صورت مین اہل عرف کے محاورہ کو اہل علم پر حجت بنانا اور اُنھون نے جو خود اپنے محاورہ کی تفسیر فرمائی ہو اسکا لحاظ نہ کرکے اہل عرف کے محاورہ اور وہ بھی اُسکو جو واقع مین اُنکا محاورہ بھی نہو بلکہ اپنا خود ساختہ اُنکی طرف منسوب محاورہ سے اذان کو مسجد کے اندر خطیب جی سے گز ڈیڑھ گز پر کر لینا زبردستی نہین تو کیا ہے آپ کی اس تحریر کا سارا نچوڑا اہل عرف کے محاورہ پر رہا مگر خدا کے فضل سے احقاق حق وابطال باطل ہی ہو کر رہا عرف عرف پکارنا بے سود ورائیگان گیا اور کیون نہوتا کہ محض عرف عرف پکارنے سے سنت کریمہ باطل نہین ہو سکتی - تحریر مذکور مین ہے اذان بیرون دروازہ پر لفظ عند اور قریب المنبر وغیرہ کا اطلاق بخلاف عرف علماء ادب وفقہاء مذہب کے صحیح سمجھنا کسی منصف عالم محقق کا کام نہین -

اقول - اولاً جن عالم محقق نے یہ اذان بیرون دروازہ کرائی اور اُس پر اُس اطلاق کو صحیح سمجھا اُن سے گفتگو کیجیے - یہان آپ بار بار بے محل ذکر اُسکا کیون کرتے ہین - ثانیاً کیا آپنے کوئی ثبوت اسکا دیا کہ اذان بیرون دروازہ پر اطلاق عند المنبر یا قریباً من المنبر کا علماء ادب وفقہاء مذہب کے نزدیک صحیح نہین نہین تو آپ کی اس تحریر بھر مین کہین نظر نہین آتا ہے اگر کہین ہو تو پتا بتائیے - یا صرف آپ کی ذات گرامی ہی علماء ادب وفقہاء مذہب ہے لہذا جسکو آپ صحیح نہ مانین وہ علماء ادب وفقہاء مذہب کے نزدیک صحیح نہین - تحریر مذکور مین ہے بالخصوص جبکہ وہ لفظ بذلک جری التوارث لکھکر بتاتے ہین کہ یہ معمول قدیم سے جاری ہو کر زمانہ موجودہ فقہاء کرام تک متوارث ومعمول ہے **اقول** توارث توارث کی پکار کئی بار گھر تک پہنچا دی گئی - اجی حضرت یہ بھی تو فرما دیا ہوتا کہ وہ فقہاء مذہب کس چیز کو بذلک جری التوارث سے تعبیر فرما رہے ہین - خیر آپ نے نہ بتایا تو ہمین بتائے دیتے ہین وہ دیکھیے آپ کی ہی منقول عبارت عینی اذن المؤذنون بین یدیہ ای بین یدی المنبر وبذلک جری التوارث یوہین آپ کی منقول عبارت عالمگیری مین ہے اذن بین یدیہ الی قولہ بذلک جری التوارث - کہیے اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ فقہاء مذہب نے اذان بین یدیہ پر

توارث بتایا ہے جی پھر اُسکا یہان کس نے انکار کیا رہ گیا آپ کا اپنے اُسی قرب مخصوص کا اس بین
یدیہ مین ادعا کرنا اور اُسپر توارث جاری بتانا اُسکا جیسا کچھ ردی حال تھا مین مفصلاً ظاہر کر چکا
بفضل اللہ تعالیٰ-

تحریر مذکور مین ہے اور زمانہ فقہاء مذکورین سے اب اس زمانۂ موجودہ تک بھی وہی توارث و
تعامل ہے اقول یعنی وہی جو زمانہ فقہاء کرام مین تھا یعنے اس اذان کا بین یدیہ ہونا- تو ہمارے سر
آنکھون پر ہم تو خود کہتے ہین کہ یہ اذان بین یدیہ ہی متوارث و معمول علماء حنفیہ رہی ہے- اور واقعی
کبھی کسی تاریخ سے ثابت نہین ہوتا کہ یہ امر متوارث خلل پذیر ہوا اور اذان خطبہ اپنے مقام (یعنی بین
یدی الامام) سے متغیر و متبدل ہوئی ہو- اور اگر متوارث و معمول رہا ہے آپ نے اپنا وہ قرب
مخصوص مراد لیا تو کچھ تو اپنے اُسکا زمانہ فقہاء کرام مذکورین تک متوارث ہونے کا ثبوت دے دیا ہے
کچھ اب یہان دیدیجیے گا- اوسپے یہ کہ نہ وہان ثبوت نہ یہان صرف ادعاء زبانی ہے اور بس تحریر مذکور
مین ہے کتب فقہ مین جو اذان کا داخل مسجد ہونا مکروہ لکھا ہے اُس سے صرف اذان نماز پنجگانہ مراد ہے
اقول- صرف آپ کے ادعاء زبانی سے یا کوئی سند بھی ہے- کیون جناب فقہاء کرام نے کیا یہ نہین
فرمایا کہ لا یؤذن فی المسجد کیا فعل تحت نکرہ مین اور نکرہ حیز نفی مین عام نہین ہوتا یا خطا
ہون کتب اصول و معانی و بیان- کیا اب کلام فقہاء کا صاف صریح مفاد نہوا کہ اصلاً کوئی اذان مسجد مین
نہ دی جائے اب کیا کسی شخص کو محض بے دلیل عمومات شرعیہ کی تخصیص کا اختیار رہے- کیا خود فقہاء نے
کہین فرمایا ہے کہ ہمارا قول لا یؤذن فی المسجد صرف اذان نماز پنجگانہ سے خاص ہے- اگر کہا ہے
تو بتا ارشاد ہو- اگر نہین تو کیا اُنکے عمومات کو بلا دلیل مخصوص کر لینا عقل سلیم کے نزدیک خلاف تحقیق و
تقلید ائمہ حنفیہ نہین معلوم ہوتا کیا اس تخصیص کو صحیح سمجھنا کسی منصف عالم محقق کا کام ہے کیا امام محقق علی
الاطلاق نے فتح مین اور امام اتقانی نے غایہ مین خاص باب الجمعہ مین یہ نہ فرمایا ہو ذکر اللہ فی المسجد
ای فی حدودہ لکراہۃ الاذان فی داخلہ- جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکر الٰہی ہے مسجد مین یعنی
حدود مسجد مین اسلیے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے- کیون جناب اگر مسجد کے اندر صرف اذان نماز پنجگانہ
ہی مکروہ ہے تو محقق کو ایسی کیا ضرورت پڑی تھی جو خاص باب الجمعہ مین ایک لفظ موہم اذان کے داخل
مسجد ہونے کا آگیا تھا اُسکی بھی تفسیر فرما کر کراہت اذان داخل مسجد کا حکم فرمایا اُس عبارت مین خاص اذان
پنجگانہ کا تو ذکر تھا ہی نہین بلکہ باب الجمعہ مین ہوتا اور خطبہ کا اُسپر قیاس کرنا صاف مؤید تھا کہ اذان جمعہ
ہی مراد لیتے اور وہ آپ کے بقول مسجد ہی مین متوارث و معمول رہا ہی مگر اب بھی محقق کا وہ تفسیر کرنا اگر انصاف ہو
تو کیا صاف صاف نہین بتاتا کہ خاص یہ اذان ثانی بھی مسجد کے اندر مکروہ ہے- انتہٰی فقہاء کے اُس ارشاد
عام کی بے دلیل تخصیص کیا کہون کیا ہوئی- ہان شاید آپ نے اپنے اس قول کو دلیل تخصیص سمجھا ہو کہ

اذان خطبہ پر لفظ اذان کے اطلاق سے یہ حکم عاید نہوگا۔ اذان کا اطلاق اقامت پر بھی آتا ہے۔
اقول لیجیے اب اذان ثانی جمعہ کہ زمانۂ رسالت مین وہی اذان جمعہ تھی صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ خلافت مین وہی اذان رہی کریمہ اذا نودی للصلوۃ مین وہی اذان مراد فقہاء نے اُسکو سلفاً عن خلف اذان ہی کہا خود انھین صاحب نے اپنی اس تحریر مین ہان ہان اسی جملہ مین اُسی اذان ہی لکھا اب وہ اذان ہی نہ رہی بلکہ اُسپر تو اذان کا اطلاق تغلیباً و مجازاً آ گیا ہے جیسے اقامت پر۔ بدایونی محررین فتوی سے گذارش جناب تو سُنی حنفی مین اس اذان کو فقہاء کے قول عام سے خارج کرنے کے لیے یہ تقریر بریلی کی کچی سراوالی دیوبندی تحریر نے کی تھی جس کا خلاصہ آپنے لیا ملاحظہ ہو اُسکے رسالہ کا صفحہ ۲ پھر قرآن مجید تو ارشاد فرماتا ہے اذا جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا الآیۃ کیا آپ کو نہین معلوم کہ یہ دیوبندی سراوالی اُن لوگون کی تحریر ہے جو عقائد کفریہ رکھتے خود کافر ہوکر کفار کو اپنا پیشوا سمجھتے ہین تو فاسق کی خبر جانچنے کا حکم ہے کافر کا بطریق اولیٰ۔ مگر آپ نے قطعاً نہ دیکھا بھالا کہ یہ سراوالی کی تقلید آپ کو ائمہ حنفیہ کی تقلید سے کہانتک روگردان کیے دیتی ہے اولاً درمختار دیکھیے باب الاذان هو اعلام مخصوص لم یقل بدخول الوقت لیعم الفائتۃ وبین یدی الخطیب کہیے یہان تو اُسی باب الاذان کی اذان مین اُسے بھی داخل مانا کہیے یہان جس اذان کی تعریف ہے وہ اذان حقیقی ہے یا تغلیبی مجازی برتقدیر اولیٰ یہ اذان بھی حقیقی ہوئی کہ حقیقی کی تعریف اُسکو شامل ہے برتقدیر ثانی کس معتمد نے کہا ہے کہ یہ تعریف اذان تغلیبی مجازی کی ہے پھر اس صورت مین کیا اذان پنجگانہ کو بھی تغلیباً اذان کہدیا ہے کہ آخر وہ بھی تو اُسی تعریف مین داخل ہے تو پھر حقیقی اذان کس کونے مین بستی ہے ثانیاً آپ نے یہ بھی دیکھا کہ اذان کا اطلاق جو اقامت پر آیا ہے وہان ائمہ نے کیا تصریح کی ہے امام عینی نے فرمایا المراد من الاذانین الاذان والاقامۃ بطریق التغلیب کالعمرین والقمرین عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۱۶۳۔ دیکھیے صاف تصریح ہے کہ اقامت پر اذان کا اطلاق تغلیباً ہوا ہے کیا آپ اسکا ثبوت دے سکتے ہین کہ کس معتمد نے کس کتاب معتمد مین تصریح کی ہے کہ اذان ثانی جمعہ پر اذان کا اطلاق تغلیباً ہے۔ ورنہ بغیر اس ثبوت کے اسکو اذان نہ سمجھنا کیا ایسا ہی نہین جیسا کوئی جاہل کہے کہ حضرت عمر کا بھی اسم گرامی عمر نہین کہ عمر کا اطلاق صدیق پر بھی آیا ہے یا قمر بھی قمر نہین کہ قمر کا اطلاق شمس پر بھی آیا ہے۔ اب تو آپ کو معلوم ہوا اس اذان کا اقامت کو اذان سے خارج دیکھکر خارج کرنا ایسا ہی ہے جیسا قمر کو قمر ہونے سے خارج کرنا شمس کو خارج دیکھکر جناب فتوی نویسی بہت مشکل کام ہے جبھی تو حدیث مین وارد ہوا اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار ثالثاً آپ اپنی ہی طرز پر سُنیے ایک جاہل کندہ ناتراش ضروریات دین کا منکر ہو کر مثلاً نماز مغرب مین معاذ اللہ رکوع سے انکار کرے اور آپ سے سیکھ کر استدلال یون کرے نماز مغرب پر لفظ صلاۃ کا اطلاق

یہ حکم عاید نہوگا۔ نماز کا اطلاق تو نماز جنازہ پر بھی آتا ہے حالانکہ نماز جنازہ مین بالاتفاق رکوع نہین۔ تو فرمائیے
آپ اسکو کیا جواب دینگے یہی نہ کہ نماز جنازہ من کل وجہ نماز نہین بلکہ اسکو تو بعض مناسبات کی وجہ سے نماز
کہدیا ہے اُسمین رکوع نہونے سے یہ کیون لازم آگیا کہ جو من جمیع الوجوہ حقیقۃً نماز ہو تُمہین بھی رکوع نہو کہیے پھر اذان
مین اس جواب سے کیون اعراض رہا۔ رابعاً سُنیئے توجب اذان خطبہ پر لفظ اذان کا اطلاق آپ کے بقول
تغلیباً ہوگیا اور وہ حقیقۃً اذان نہ رہی کیا وجہ ہے کہ آپ اُسمین الفاظ اذان وہ استعمال کرتے ہین جو اذان
حقیقی کے ہین بلکہ مناسب تو یہ تھا کہ جب یہ اور اقامت دونون اذان کہی تغلیباً تھین اور آپ کے بقول
دونون داخل مسجد مسنون تو پھر اسکو مناسبت بہ نسبت اذان حقیقی پنجگانہ کے اقامت سے زائد ہوئی انکے
الفاظ بھی اسمین آنے چاہئین نہ کہ اُسکے جس سے اسے مناسبت ہی نہین۔ کیا فقہا نے کہین خاص اسکے
نسبت تصریح کردی ہے کہ اسمین الفاظ اذان ہی مستعمل ہونگے اگرچہ یہ اذان تغلیباً ہے تحریر مذکور مین ہے
یون ہین اذان خطبہ بھی اس حکم مین مثل اقامت کے ہے اقول۔ یہ تو جب ہوتا کہ یہ اذان فقہا کے اُس
قول عام لایوذن فی المسجد سے خارج ہوتی اور ہم ثابت کرچکے کہ یہ ہرگز انکے اُس قول سے
خارج نہین اور آپ نے جو دلیل خروج پیش کی وہ محض باطل و ذاہل ہے تحریر مذکور مین ہے اور حکم
لایوذن فی المسجد بر بناء عبارات مذکورہ فقہاء کرام جنمین لفظ بین یدیہ اور عند المنبر اور علی المنبر
اور قریباً من المنبر ہے اذان خطبہ کو شامل نہین۔ اقول۔ اولاً فقہا کا قول لایوذن فی المسجد
مسجد کے اندر اذان دینے کو علی العموم منع کر رہا ہے اور ہم ثابت کرچکے کہ انمین سے ایک لفظ بھی اُس
قرب مخصوص من المنبر کا تقاضا نہین کرتا جسکو آپ ثابت کرنا چاہتے ہین جو اس اذان کو خواہ مخواہ برخلاف
حکم شرع شریف مطہر مسجد کے اندر کردے تو ان الفاظ کی بنا پر ادعاء تخصیص ناقابل قبول باطل محض ہے
ثانیاً فقہا کا قول لایوذن فی المسجد حکم ہے اور عند المنبر اور علی المنبر دونوں بے اعتبار حکم کا ہے
یا پتے کا۔ تو یہ دونون الفاظ یون بھی غیر قابل لحاظ۔ ثالثاً لفظ قریباً منہ صرف عبارت قہستانی مین آیا
آپ کو معلوم ہے کہ قہستانی کی نسبت علماء نے کیا فرمایا ہے ملاحظہ ہو کشف الظنون و مقدمہ عمدۃ الرعایہ
مولوی عبدالحی صاحب تو اب اگر یہ اُس معنی کا افادہ کرے جو بین یدیہ کے ہین اور اسی کا افادہ کرتا ہے
کہ آخر اسکی تفسیر مین ہی وارد ہوا جب تو قابل قبول اور ہم ثابت کرچکے کہ بین یدیہ کے معنی امام و قدام
کے ہین جو آپ کے مقصود اصلی کی مثبت نہین اور اگر بین یدیہ کے خلاف کوئی معنی افادہ کرے تو ضرور
مردود کہ اس اذان کا بین یدیہ ہونا خود حدیث سے ثابت عامہ کتب معتبرہ مین مذکور علما حنفیہ کا سلفاً
عن خلف معمول و ماثور ہے اُسکا خلاف ایک نامعتبر کتاب سے کب مقبول ہو۔ اب رہ گیا بین یدیہ اسکی
بنا پر ادعاء تخصیص قول فقہا محض باطل ہے۔ دیکھیے صحابی اہل زبان سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اُس
حدیث صحیح ابی داؤد شریف مین اس اذان کو علی باب المسجد بھی فرمارہے ہین اور بین یدی رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی یہ واضح ثبوت ہے اس بات کا کہ بین یدی ہرگز اُس قرب مخصوص کا اُس
اذان مین تقاضا نہین کرتا جو آپ کا مقصود ہے اور جسکے اثبات کے بعد اس اذان کا مسجد سے
دس قدم باہر نکلنا بھی محال ہے - رابعًا بلکہ حق تو یہ ہے کہ چارون لفظ علے المنبر اور عند المنبر اور بین یدی
المنبر اور قریب المنبر سب ہمارے مدعا کے مثبت ہین بدایونی صاحب خواہ مخواہ ان سے اپنا مدعا
ثابت کرنا چاہتے اور ان کو قول فقہاء لا یؤذن فی المسجد کا زبردستی مخصص بنایا
چاہتے ہین - سنیئے اس اذان عند المنبر یا علے المنبر کے معتبر ماننے والے اُسکے دلیل یہ بتاتے ہین کہ
ھو الذی کان علے عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر رضی
اللہ عنھما ملاحظہ ہون کتب معتبرہ فقہیہ ہدایہ و کفایہ و غیرہا - پھر زمانہ رسالت مین کس کا ثبوت ہے
علے باب المسجد کا - اور اس اذان کے بین یدیہ ہونے کے لیے بھی علماء مثبتین نے اسے حدیث سے
استناد کیا جس مین علے باب المسجد ہے ملاحظہ ہو فتح الباری امام ابن حجر - اور قریبًا من المنبر
اسی بین یدی کی تفسیر مین وارد تو یہ بھی اُسی معنی کو مفید - تو اب جب ان چارون لفظون کے
ثبوت کی دلیل وہی حدیث ہوئی جس مین علے باب المسجد اذان ہونے کا اثبات ہے تو ضرور معلوم
ہوا کہ ان مین سے کوئی بھی دخول فی المسجد کا تقاضا نہین کرتا اب کیا ہر عاقل متدین پر واضح نہ ہوا
کہ علے ہو یا عند بین یدی ہو یا قریبًا منہ ہر ایک اُسی معنی ثابت[1] پر محمول ہے ولکن الانصاف
اعز فی الاختلاف تحریر بدایونی مین ہے پس جبکہ کسی معتبر کتاب فقہ حنفی سے خاص اس اذان کے
متعلق حکم کراہت داخل مسجد ثابت نہین تو اُسکو مقام متوارث قدیم سے باہر نہین نکالنا چاہیے
اقول یعنی اگرچہ فقہاء نے عام طور پر فرمایا کہ لا یؤذن فی المسجد کوئی اذان مسجد مین نہ دیجائے
بلکہ خاص باب الجمعہ مین بھی کراہت اذان فی المسجد محض ایک ایسے لفظ کی تفسیر مین وارد کرکے
جس سے ایک ایہام مسجد کے اندر اذان ہونے کا ہوتا تھا اہل نظر کے نزدیک علے الخصوص اس اذان کے
داخل مسجد مکروہ ہونے کا صریح اشعار فرمایا اور یہ اذان بھی اذان ہو یہ سب کچھ ہو مگر فقہاء نے خاص طور
پر نام لے کر تو نہ فرمایا کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر مکروہ ہے اور بدایونی تحریر ہے اسکے ماننے والی
نہین بلکہ فاضل بدایونی کے لیے تو اس سے بھی زائد کی ضرورت تھی کہ فقہاء نام بنام ارشاد فرمادیتے کہ
مسجد فلان مسجد فلان مین جمعہ کی اذان ثانی اندر دینا مکروہ ہے جب بدایونی صاحب
مان سکتے تھے ورنہ اُنکو یہ کہنے کا موقع تھا کہ فقہاء نے خاص فلان مسجد مین تو اذان جمعہ کو مکروہ نہین
لکھا رہ گئے فقہاء کے عمومات وہ بدایون مین کب قابل التفات مگر آفت تو یہ ہے کہ بدایونی صاحب کا
یہ ارشاد خود اُنہین کا رد کر رہا ہے کہ آخر لکھا فقہاء نے فرمایا کہ یہ اذان بین یدیہ ہے عند المنبر ہو قریب المنبر ہو

[1] یعنی بین یدی الامام خارج مسجد منہ عفی عنہ

بلکہ خاص مسجد کے اندر منبر پر چڑھکر امام کے برابر کھڑے ہو کر لیکن پھر بھی یہ سب احکام عام ہی تو رہے۔
یہ تو علی التخصوص فقہا رنے کہین نہ فرمایا کہ یہ اذان مسجد فلان مسجد فلان مسجد فلان ملک فلان شہر فلان
محلہ فلان مین بھی ہین بین یدی المنبر عند المنبر قریب المنبر بلکہ خاص مسجد کے اندر منبر پر چڑھکر خطیب صاحب
کے برابر کھڑے ہو کر ہو اور جبتک یہ ثابت نہو احکام عام تو فاضل بدایونی مانتے ہی نہین کہ آخر انھون
نے کہدیا کہ پس جبکہ کسی معتبر کتاب فقہ حنفی سے خاص اس اذان کے متعلق حکم کراہت داخل مسجد
ثابت نہین الخ یا شاید یہ ٹھہری ہو کہ اپنے مخالف تو خاص تصریح بلکہ اخص الخاص بلکہ اخص اخص
اخص الخاص درکار اور اپنے موافقت میں عام اور وہ بھی کیسے اعم العام بلکہ اعم اعم العام بلکہ وہ عام
جنمین اپنے مقصود کا کہین پتا نہین صرف اُس سے ایک مشاکلت صوری ہے۔ بلکہ وہ عام جنکو اپنے
مقصود سے صریح تنافی ہے وہ بھی بزور ادعا اپنی سند بنا لیے جائین تو اسکا ہمارے پاس کیا علاج
ہے۔ آخر مین اتنا بتا دینا اور باقی رہا کہ توارث قدیم کی اذان داخل مسجد مین بیچاری تحریر بدایون کی ایسی
پیچھے پڑی کہ شروع سے لے کر آخر تک ساتھ نچھوڑا۔ تمہید مین ہے۔ اگرچہ مسئلہ اتفاقیہ ہے جسکا شاہد
تعامل و توارث علماء کرام و اولیاء عظام قرناً بعد قرن ہے۔ اور ختم مین ہے تو اُسکو مقام متوارث
قدیم سے باہر نہین نکالنا چاہیے۔ مگر ثبوت کے نام اول سے آخر تک ایک لفظ بھی نہین کہ یہ اذان
داخل مسجد متوارث ہونا اُس سے ثابت ہو۔ متوارث ہونے کا ثبوت دینا تو الگ رہا اپنے سے
زیادہ سے زیادہ دو چار پشت ہی اوپر کا نہین دے سکتے۔ مگر پکار وہی توارث توارث تعامل
تعامل کی چلی جاتی ہے۔ یہ ہے اس تحریر بدایون کی حالت۔ جسکو ان مولوی فاضل بدایونی نے
اہل حق کی تحقیق۔ اور اُس کے خلاف عمل کرنے والون کو معاذ اللہ فریب وچکر مین پھنسا ہونا بتایا
مگر ہان اس تحریر سے اتنا پتا تو چلا کہ انکے نزدیک سارا دارو مدار ادعاے زبانی پر ہے۔ اذان داخل
مسجد کہان سے ثابت ہوئی ادعاے زبانی سے۔ توارث کہان سے ہوا ادعاے زبانی سے تعامل
کہان سے ثابت ہوا ادعاے زبانی سے۔ بین یدیہ نے اُس بدایونی قرب پر کیسے دلالت کی ادعاے
زبانی سے۔ اذان خطبہ اذان ہونے سے کیون خارج ہوئی ادعاے زبانی سے۔ اسیطرح ان مولوی
فاضل صاحب نے بھی یہان بھی فرض کرلیا ہوگا کہ جسے ہم فریب وچکر مین پھنسا ہوا سمجھ لین بس وہ واقعی
فریب چکر مین پھنسا ہوا ہے۔ سو اسکا ہمارے پاس کیا علاج ہے حسبنا اللہ و نعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ
العلی العظیم اللہ عزوجل ہمین اور ہمارے سب سُنی بھائیون کو ناانصافی تعصب ہٹ دھرمی سے بچائے مسئلہ حق کے
قبول مین رنج و کدورت و ذاتی نفسانیت کو پاس نہ آنے دے ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ ربنا لا تزغ قلوبنا
بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب والحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ
سیدنا و نبینا و حبیبنا و شفیعنا محمد و الہ و اصحابہ و ذریاتہ و ازواجہ وعلینا معھم اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

آمین آمین آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ۔ یہ چند مختصر وبعونہ تعالی کافی جملے ہین بدایونی دوسری تحریر نے جو رسالہ مبحث الاذان کے بعض مباحث[1] کے متعلق کچھ کلام کیا ۔ انہین اُس سے جوابات ۔ اُسپر ایرادات ہین ۔ فقیر اسکو اپنے رسالہ مذکورہ کا تکملہ کرتا ۔ اور بنام تاریخی مشعر سن آغاز وانجام ۔ شافی جواب پہ کافی ایرادات ۔ موسوم کرتا ہے وباللہ التوفیق ۔

۱۳۲۴ھ

تحریر بدایون مین تھے ۔ ہان یہ تو فرمائیے کہ جب آپ کا فتوی بائیس برس پہلے مارہرہ شریف وغیرہ مین پہنچ چکا تھا اور جو دلائل اُس فتوی مین تھے اب بھی اُنھین کا اعادہ کیا جاتا ہے ۔ کوئی جدید دلیل نہین تو جو وضوح حق کے اس سنت پر کسی عالم نے عمل نہ کیا ۔ اُس زمانہ مین حضرات اکابر مارہرہ شریف نے اس مردہ سنت کا احیاء نہ فرمایا تو اُن پر آپ کیا حکم لگاتے ہین ۔ ۱ قول ۔ اولاً یہ آپ نے کہان سے کہدیا کہ جو دلائل اُس فتوی مین تھے اب بھی انہی کا اعادہ کیا جاتا ہے ۔ کوئی جدید دلیل نہین ۔ ذرا اُس فتوی اور ایکی تحقیقات رسائل حق نما بفیصلہ ۔ نفی العار ۔ وقایۃ اہل السنہ ۔ سلامۃ اللہ لاہل السنہ ۔ النکتہ علی مراۃ کلکتہ ۔ دہزار ضرب اقوی وغیرہا ملاحظہ کیجیے ۔ کسقدر دلائل وافادات عالیہ جدیدہ کی کثرت ہے تو یہ ادعا باطل محض ہوا یا نہین کہ جو دلائل اُس فتوی مین تھے اب بھی انہی کا اعادہ کیا جاتا ہے ۔ کوئی جدید دلیل نہین ۔

ثانیاً کیا محض اُس فتوی کا پہنچ جانا مطلقاً وضوح حق کو مستلزم تھا یون تو آپ نے بھی اُس فتوے کو دیکھا ہے مگر آپ ۔۔ آج تک وضوح حق نہوا ۔ جناب من وضوح حق کو آپ نے سمجھا بھی کہ کیا چیز ہے ۔ جی ہم سے سنیے وہ ایک نور ہے جسے اللہ عزوجل اپنے جس بندہ کے قلب مین جسوقت چاہتا ہے ڈالدیتا ہے وہ باختیار خدا ہے نہ باختیار بندہ ثالثاً ۔ اس سنت پر کسی عالم نے عمل نہ کیا یہ آپ نے کہان سے کہدیا ۔ آپ کو نہین معلوم کہ اضلاع جبلپور وغیرہ مین یہ سنت کر یہ پہلے سے جاری ہے ۔ رابعاً سنت پر عمل نہ کرنا جبکہ عناداً نہو مکروہ ہی ہے مگر اشاعت بدعت باطلہ پر سب علماء کا باوصف قدرت سکوت حرام قطعی ہے اگر علماء متدینین مثل حضرت مولنا عبد القادر صاحب بدایونی قدس سرہ آپ حضرات کی طرح اسے سنت متوارثہ کا رد جانتے اظہار انکار فرض تھا مگر نہوا تو ظاہر ہوا کہ اُنھون نے اس مسئلہ کو حق سمجھا ۔ یا کم از کم متردد رہے

---

[1] یہ وہ مباحث ہین جو تحریر بریلی اور تحریر فقیر مین متحد واقع ہوے بدایونی تحریر نے اصل مین تحریر بریلی کے جواب مین اُنکا جواب دیا ۔ مگر بوجہ اتحاد تحریر فقیر سے بھی وہ جواب متعلق ہوا لہذا جواب دیا گیا کہ ظاہر بینون کو گنجائش قیل وقال نہو ۔ منہ عفی عنہ ۔

انکار نہ کرسکے۔ عجب آپ سے کہ علماء پر ترک سنت کا الزام نہ آنے کے لیے انھیں معاذ اللہ تارک فرض و ساکت
عن الحق قرار دیجیے۔ ایسی دوستی سخت دشمنی ہے۔ خامساً فرض کردم کہ وضوح حق بھی ہو گیا اور باوجود وضوح
حق بھی اس سنت پر اسوقت کسی عالم نے عمل نہ کیا تو اس سے اس سنت کریمہ کے سنت کریمہ ہونے میں کیا
فرق آ گیا۔ کیا حق پر عمل نہ کرنے سے حق ناحق ہو جاتا ہے۔ کیا وہ چند عالم جنکو اسوقت یہ فتوی پہنچا تھا
اُن میں سے کسی کے اس وقت اس پر عمل نہ کرنے سے حق ناحق ہو جائے گا۔ سادساً آپکا قول۔ اس
زمانہ میں حضرات اکابر مارہرہ شریف نے اس مردہ سنت کا احیاء نہ فرمایا۔ اس وہم پر مبنی ہے کہ خود اُن
حضرات اکابر مارہرہ شریف کو وہ فتوی گیا اولاً ثبوت دیجیے۔ ثانیاً حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالے
عنہ نے جن سنن کا احیاء فرمایا کیا آپ وہاں بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ سنن سنن نہ تھیں ورنہ حضرت عمر
بن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہ سے پہلے صحابہ تھے اُنھوں نے کیوں اُنکا احیاء نہ فرمایا۔ وہاں حضرت
عمر بن عبد العزیز سے اُن صحابہ کا حکم آپ پوچھ سکتے ہیں جنھوں نے اُن سنن کا احیاء نہ فرمایا۔ ثالثاً
کیا محال ہے کہ کسی فرعی مسئلہ میں کسی متاخر عالم پر حق ظاہر ہو جائے جو اُس سے پہلے کے اکابر پر نہ
ظاہر ہوا ہو۔ کیا اکابر کا علم محیط ہونا ضرور ہے۔ کیا جو اکابر کا علم محیط نہ مانے وہ معاذ اللہ اُن اکابر
کی کچھ توہین کرتا ہے۔ کیا بہت سے اکابر ائمہ حتی کہ مثل حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ و اصحابہ
کیا اُن پر بعض مسائل فرعیہ میں حق متعین ہو کر ظاہر نہ ہوا تو کیا معاذ اللہ اس وجہ سے وہ اکابر نہ رہے۔
کیا اگر یہی اعتراض حق رہے کہ تم جو فلاں سنت کے احیاء کے مدعی ہو یہ سنت نہیں ورنہ تم سے پہلے جو اکابر
تھے وہ کیوں نہ اسکا احیاء کرتے۔ تو کیا سنت کے احیاء کا دروازہ بند نہیں ہو جاتا جس کو حضور سرور عالم
صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ و صحبہ و بارک وسلم نے اپنے پاک مبارک ارشاد سے ہمیشہ کے لیے کھلا رکھا۔ اور اُس پر
سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ فرمایا۔ سلامۃ اللہ لاہل السنہ وغیرہ رسائل میں یہ مباحث مفصلاً
مذکور ہیں وہاں ملاحظہ ہوں۔ تحریر بدایوں میں ہے۔ مسند عالی مارہرہ مطہرہ کے سجادہ نشین حضرت
سیدنا شاہ ابو الحسین صاحب نوری قدس سرہ کا وصال شریف سنہ ۲۴ھ میں ہوا کس قدر تعجب کی بات
ہے کہ ایک عالم ظاہر و باطن نے باوجود علم اُس پر توجہ نہ فرمائی۔ اقول۔ اولاً حضرات صحابہ رضوان اللہ
تعالی علیہم اجمعین کا زمانہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہ سے بہت قریب تھا۔ آپ کے
قول پر کسقدر تعجب کی بات ہے کہ اُن حضرات عالیات علماء ظاہر و باطن نے باوجود علم اُن سنن کے
احیاء پر توجہ نہ فرمائی جو حضرت عمر بن عبد العزیز نے احیاء فرمائیں۔ ثانیاً آپ نے یہ بھی جانا کہ اکابر سے
جن سنن کا احیاء نہ ہو پایا وہ صرف اسی وجہ سے نہیں کہ وہ اُن سنن کو سنن نہ جانتے تھے۔ معاذ اللہ جاہل
تھے۔ یا باوجود علم معاذ اللہ توجہ نہ فرماتے معاذ اللہ دین سے بے پروائی برتتے تھے۔ بلکہ اُسکے لیے اور
بھی وجوہ کثیرہ عدیدہ ہیں جو کلام علماء میں مذکور ہیں۔ سلامۃ اللہ لاہل السنہ میں اُنکا ذکر بقدر کافی

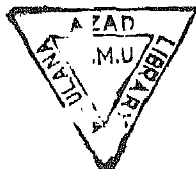
ہوچکا تھا۔ مثلاً عالم نے اسوجہ سے سنت احیاء نہ فرمائی کہ بدعت ظالم کی پھیلائی ہوئی تھی عالم نے دفع
ظلم پر قدرت نہ پائی۔ یا بدعت اس درجہ شیوع پہ ہوگئی کہ عوام وخواص اُسمین مبتلا ہوکر ایسے محو ہوگئے
کہ بدعت کو سنت۔ سنت کو بدعت جاننے لگے جیسا حدیث شریف مین ارشاد ہوا کہ وہ زمانہ آنے والا ہے
جب معروف منکر منکر معروف ہوجائے گا۔ اور جو چیز ایسی مالوف ہوجائے اُسکے خلاف پر کیسے کچھ ملوے
نہین ہوتے۔ اسی مسئلہ اذان کو دیکھیے کہ کیسے کیسے دلائل دکھائے جاتے ہین مگر مخالفین ایک نہین دیکھتے
وہی سو سو بار کی مردودات پیش کیے جاتے ہین۔ تو ایسی حالت مین عالم کا فتنہ سے خوف کرنا الفتنۃ
اشد من القتل۔ اور اُس مرد الٰہی کا منتظر رہنا جس سے وہ اُن سب فتنون پر غالب آسکے کچھ
مستبعد نہین۔ اگر پہلے ہی سے خلاف مالوفات ظاہر کردے تو نقارخانہ مین طوطی کی آواز کی مثل ہو
تو اب اگر اکابر نے باوجود علم بھی خاموشی اختیار کی تو بھی ان شاء اللہ العزیز ماجور ہین یا کم از کم معذور
حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین صاحب قدس سرہ خود تو اذان دیتے نہ تھے۔ رہ گیا موذن کو اندرون
مسجد اذان دینے سے منع فرما دینا تو آپ کو کیونکر اسپر جزم حاصل ہوا کہ باوجود قدرت خلاف اُنھون نے
اسکو روا رکھا۔ حضرت موصوف کے حالات آپ ہم سے زائد کیا جانین۔ اول تو حضرت موصوف
زیادہ تر اپنے وطن سے باہر تشریف رکھا کیے وہان جن مساجد مین نماز ادا فرمائی ظاہر ہے کہ وہ مساجد
سب اُنکے زیر اثر تو تھین ہی نہین۔ وہان اگر اس اذان کو اندر ہوتے دیکھا ہو اور خاموشی اختیار
فرمائی ہو تو ظاہر ہے کہ بوجہ خوف فتنہ تھی کہ کہین عوام تو عوام آپ کے ایسے مفتی صاحبان بھی جنکو یہ بدعت
ہی سنت معلوم ہونے لگی ہے خلاف پر نہ اُٹھ کھڑے ہون۔ رہ گیا اپنا وطن اور وہان کی وہ مسجد
جسکے وہ خود بھی متولی تھے۔ سو آپ کو وہان کی حالت کیا معلوم کہ خود اہل وطن کی اُنکے ساتھ کیا
حالت تھی۔ نہ ہمین تفصیل کی ضرورت۔ مختصراً اتنا کافی ہے کہ ایسی کچھ حالت تھی جسکی بنا پر اُنکے جد
امجد حضرت زبدۃ العارفین سند الکاملین حضرت سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہم العزیز نے انکو
اپنے اسلاف کرام کے طریقۂ رائجہ کے خلاف مارہرہ سے باہر رہنے کی اجازت عطا فرمائی۔ ملاحظہ ہو حضرت
کی سراج العوارف شریف۔ ایسی حالت مین اگر حضرت موصوف قدس سرہ نے اپنی مسجد مین اس سنت
کریمہ کو احیاء نہ فرمایا ہو۔ اور اپنے اہل وطن کی اُس اصلاح حال مین مصروف رہے ہون جس سے
اُنمین یہ مادہ پیدا ہوجائے کہ سنت کو سنت بدعت کو بدعت جاننے لگین تو یہ عدم احیاء کیا معاذ اللہ
حضرت کی رفعت شان مین کچھ بٹا لگا سکتا ہے۔ نہین ہرگز نہین۔ بلکہ یہ حضرت اور حضرت کے
دوسرے معاصرین کرام مارہرہ کے اکابر بزرگان عظام ہی کے حسن سعی کا نتیجہ اللہ عزوجل نے دیا
کہ اُنکے اخلاف کو اللہ عزوجل نے وہ علم مرحمت فرمایا جس سے وہ سنت کو سنت اور بدعت کو بدعت
سمجھنے لگے۔ اور اس طرح اس سنت کریمہ کا احیاء کرکے اُن حضرات عالیات کی ارواح مبارکہ کو

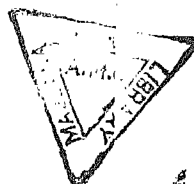
لپنے سے باذنہ تعالیٰ خوشنود کیا۔ جناب مفتی صاحب۔ آپ کے کلام سے جو حضرات اکابر مارہرہ کے معتقدین کو
اس سنت کریمہ پر عمل کرنے مین یہ مغالطہ لگا جاتا تھا کہ دیکھو اگر یہ سنت ہوتی تو تمھارے اکابر ضرور اسکا احیاء
کرتے۔ اور یہ عالم جو اسکو سنت کہہ رہے ہین معاذ اللہ۔ معاذ اللہ تمھارے اکابر کو یا جاہل یا مبتدع بناتے
ہین اُس سے اُن معتقدین کو بچانے کے لیے یہ چند سطور لکھی گئین کہ ؎ اگر بینم کہ نابینا و چاہ است ہا اگر خاموش بنشینم گناہ ست۔

تحریر بدایونی مین ہے پھر یہ لکھا تھا کہ بعد قول المنبر یہ بھی تصریح کردی ہے قریباً منہ کما فی جامع الرموز وغیرہ خصوصیت لفظ
عند ما بہ البحث نہین اصل مقصود اذان کا قریب منبر ہونا ہے۔ اقول اولاً اسکا جواب اتنا کافی ہے کہ ذرا کسی اُردو دان ہی سے
اپنا پہلا فتویٰ پڑھوا کر سُنیے دیکھیے اُسمین یہ عبارت ہے کہ بعض فقہاء کرام نے بعد قول عند المنبر کے یہ بھی تصریح فرمادی ہے۔ ای
قریباً منہ کما فی جامع الرموز وغیرہ لایا یہ کہ بعض فقہاء کرام نے بعد قول المنبر کے یہ بھی تصریح فرمادی ای قریباً منہ
کما فی جامع الرموز وغیرہ جیسا کہ بدایونی دوسری مین بنالی۔ اور جب پہلی مین قطعاً وہی عبارت ہے
جسمین جامع الرموز وغیرہ پر عند المنبر لکھدینے کے بعد اُسکی تفسیر قریباً منہ سے کرنے کی غلط و باطل نسبت ہے تو
فرمائیے تحریف سے آپ کب بچے۔ اور یہان صرف آپ پر یہی الزام قائم کیا تھا۔ باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ خصوصیت
لفظ عند ما بہ البحث نہین۔ اقول اولاً جی نہ پھر اس ما بہ البحث نہونے سے آپ الزام تحریف سے کیسے بچے
کیا کوئی شخص جس مسئلہ مین بحث کر رہا ہو اصل مسئلہ کے علاوہ ابحاث متعلقہ مین ایک عبارت کسی کتاب
کی طرف غلط نسبت کردے تو کیا وہ تحریف سے بچ سکتا ہے۔ بلکہ انصاف یہ ہے کہ یہ عذر آپ کا بدتر از گناہ
ہوا تحریف کی تحریف قائم رہی۔ اور بھرتی بھرنے کا الزام اور بیا سر ہوا کہ جب لفظ عند ما بہ البحث نہین تھا
اصل مقصود اذان کا قریب منبر ہونا تھا تو اب عند کی تحریف بھرتی نہین تو کیا ہے۔ ثانیاً خصوصیت
لفظ عند ما بہ البحث کیون نہین۔ کیا وہین اسی عبارت محرفہ سے ملے ہوئے پہلے جملہ مین خاص لفظ عند
سے آپ بحث نہین کر رہے تھے کیا یہ عند مین قرب ثابت کرنا اُسکے لیے دلیل اُردو فارسی کا ترجمہ۔ مبسوط و
مفردات کی عبارتین لانا عند سے بحث کرنا نہین۔ پھر وہین وہین اُسی سلسلہ مین بے کسی اجنبی کے فصل
کے آپ یہ محرف عبارت لائے تو کیسے تسلیم کرلیا جائے کہ خصوصیت لفظ عند سے بحث نہین۔ مگر جناب اصل یہ
ہے کہ زور زبان کے آگے کسی کا کیا چل سکتا ہے۔ آپ صراحۃً عند سے بحث کرین صاف صاف
عند المنبر کی تفسیر قریباً منہ کو جامع الرموز وغیرہ کی طرف نسبت کرین۔ اور جب آپ کو بتایا جائے کہ یہ آپ کی
تحریف ہے۔ کس جامع الرموز کس وغیرہ نے بعد قول عند المنبر کے اُسکی تفسیر قریباً منہ سے کی ہے تو آپ
پلٹ جائین۔ اور جو بات چھاپ کر شائع کرچکے اُسے بہ زور زبان یہ بنالین کہ ہم نے یون نہین کہا یون
کہا ہے۔ عند المنبر نہین کہا المنبر کہا ہے عند سے ہمین بحث ہی نہین۔ کہیے اگر یہی اُصول برتا جائے تو کیا
جہان بھر مین کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا۔ پکا چھٹا محرف بھی محرف ثابت ہوسکتا ہے۔ وہ چاہے کتابین
کی کتابین دفتر کے دفتر تحریف کرے جب الزام قائم کیا جائے یہ کہدے کہ مین نے یہ نہین یہ کہا ہے۔ مجھے

اُس سے بحث ہی نہین - میرا مقصود تو یہ ہے اور اُلٹا اُس تحریف پر تنبیہ کرنیوالے کی خوش فہمی کہانے لگے -
کہیے ایسے شخص کو آپ کیا لقب دینگے - تحریر مفتی صاحب بدایونی مین ہے خاص لفظ عند اگر ہوا تو کیا نہوا تو کیا -
اقول ہوتا تو یہ کہ آپ تحریف سے بچتے اور نہوا اور قطعاً نہین ہے تو یہ کہ آپ تحریف کے مرتکب ہوئے - اور
ہان جناب یہ تو فرمائیے - جامع الرموز پر تحریف کے الزام کے اُٹھانے مین تو آپ نے یہ کچھ زور و شور دکھائے
اور وہ جو وغیرہ کو جامع الرموز کے ساتھ لے لیا تھا - نری جامع الرموز کی عبارت پیش کر دینے سے وہ الزام
کیونکر اُٹھا - کیا آپ ثبوت دیسکتے ہین کہ جامع الرموز کے علاوہ کس وغیرہ نے کہان وہ المنبر ہی کے بعد سہی
قریباً منہ لکھا ہے - یا خود آپ کا وغیرہ کے جانب سے لکھدینا خود اُن وغیرہ کا لکھدینا آپ نے سمجھا ہے معلوم تو
کچھ ایسا ہی ہوتا ہے - لفظ بین یدیہ مین اثبات قرب کے لیے فتوای بدایون مین عبارت راغب لائے -
یقال ھذا الشئ بین یدیک ای قریب منک - اسپر اہل حق نے توجہ دلائی کہ مفردات کے
قرب سے جو آپ استدلال کر رہے ہین یہ آپ کے مضر ہے - خود محققین امام راغب نے اسی عبارت منقولہ کے
بعد وعلی ہذا قولہ سے اپنی مراد قرب کھولدی ہے جو آپ نے اپنے مضر دیکھکر حذف کر دی اُسے دیکھیے اور مضر
سے استدلال سے باز آئیے - یہ تلخیص اعتراض اہل حق ہے اسپر بدایونی مفتی صاحب جواب دیتے ہین کہ
اس عبارت راغب سے فقط یہ بات ثابت کرنا منظور تھی کہ بین یدیہ کی حقیقت قرب ہے الی قولہ اس
خاص قرب کا (یعنے بدایونی قرب مخصوص داخل مسجد کا) اثبات اُس عبارت سے مد نظر نہ تھا - اقول
مگر یہ مضر ہے استدلال کا بار تو اب بھی قائم رہا رہ گیا یہ کہ اس سے مقصود اُس قرب خاص بدایونی کا
ثابت کرنا نہ تھا نفس قرب کا اثبات تھا - یہ تو آپ خوب جانتے ہونگے - اپنے دل سے پوچھیے دیکھیے وہ کیا
کہتا ہے - اصل تو یہ ہے کہ مقصود تو اس فتوی بھر مین جتنے دلائل ہین اُن سب سے یہی ہے کہ یہ بدایونی
قرب مخصوص ثابت کیا جائے - اذان کی کراہت داخل مسجد باطل کی جاے - یہ اور بات ہے کہ آپ ایک
عبارت اس مقصود کے اثبات کے لیے لاتے اور پھر اُس سے ثابت نہوتا دیکھکر دوسری کے سر رکھتے چلے
گئے یہانتک کہ سب عبارتین بیکار و معطل ہوکر سارا کیا دہرا حقیقت عرفی کے سر رہا - مگر ظاہر ہے کہ ان کو یہ کہانے
کے لیے کہ عبارت علما سے اپنا مدعا ثابت کیا ہے وہ سب عبارتین جو کیے بعد دیگرے آپ کے مدعاے اصلی کے
اثبات سے ناکام رہی تھین مندرج فتوی رہین - تحریر مذکور مین ہے - ہماری اس عبارت سے یہ مطلب
نکالنا کہ ہم انھی اذان کو سرے سے اذان ہی نہین سمجھتے آپ کی سمجھ کا قصور اور ہم پر افترا ہے - اقول
نہین یہ دونون نہین - تحریر مذکور مین ہے - ذرا بتائیے تو کہ اسمین ایسا کونسا لفظ ہے جس سے یہ مفہوم
ہوتا ہے کہ اسے تغلیباً اذان بول دیتے ہین - اقول جی وہ لفظ جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے یہ ہے - اذان کا
اطلاق اقامت پر بھی آتا ہے - جس سے صاف صریح یہ مفہوم ہوا کہ جسطرح اقامت پر لفظ اذان کے اطلاق
سے یہ حکم عائد نہوا اسیطرح اسپر بھی لفظ اذان کے اطلاق سے یہ حکم عائد نہوگا - پھر اقامت پر کیون لفظ

اذان کے اطلاق سے یہ حکم عائد ہوا اسلیئے کہ وہاں وہ اطلاق تغلیباً و مجازاً تھا۔ تو ضرور ہوا کہ آپ کے نزدیک یہاں بھی وہ اطلاق تغلیباً و مجازاً ہوتا کہ اقامت کی طرح یہاں بھی وہ حکم عائد نہو۔ ورنہ اگر آپ کے نزدیک یہاں وہ اطلاق تغلیباً و مجازاً نہو تو آپکا اطلاق تغلیبی و مجازی کی وجہ سے اقامت کو حکم کراہت شامل نہونے سے یہاں بھی حکم کراہت کا انتفا قرار دینا خود اپنے کلام کو مہمل کرلینا ہے۔ جس سے آپ اپنا پہلا فتوی لکھتے وقت تو یقیناً راضی نہوتے۔ مگر اب اگر راضی ہوگئے ہیں تو عجب نہیں کہ مہمل کرنے میں بلا ارشاد ہے۔ قرآن مجید و حدیث شریف و اجماع امت سب کا رد ہے۔ چلیئے ہم بھی آپکی خاطر سے تسلیم کیے لیتے ہیں کہ واقعی آپکا وہ پہلا کلام مہمل ہی تھا۔ اگرچہ آپنے اُسکو اب مہمل جانا۔ جب آپکو اُس سے قرآن مجید و حدیث شریف و اجماع امت مرحومہ سب کا رد ہوتا بتایا گیا۔ تحریر مذکور میں ہے جب ہم بتا چکے کہ حقیقۃً وہ قرب ہی کے لیے آتا ہے تو معنی مجازی کی تصریح کی کیا ضرورت الخ۔ اقول۔ جی کس قرب کے لیے حقیقۃً آتا ہے۔ قرب خاص بدایونی۔ یا قرب مطلق جو صرف حضور سے عبارت ہے۔ اول کو آپ نے کہاں ثابت کیا۔ عبارات علما میں خود آپ نے قبول دیا۔ انکے لانے سے ہمارا مطلب صرف نفس قرب ثابت کرنا تھا رہ گیا حقیقت عرفی سے اُسکا اثبات۔ اُسکا حال رسالہ مبحث الاذان میں ملاحظہ کیجیے۔ تو اب آپ کا نفس محاذات کو معنی مجازی کہنا بے دلیل ہوا یا نہیں۔ کیوں جناب قرآن مجید اور حدیث شریف اور اقوال ائمہ قدیم و حدیث عربیت و فقہ و تفسیر وغیرہ میں جو بین یدیہ اس معنی پر مستعمل ہوا۔ اور بتایا گیا ہے۔ کیا وہاں یہ مجازاً مستعمل ہوا اور ائمہ نے مجاز آبتانے پر اقتصار فرمایا۔ کیا اور لو اور معاذ اللہ ارشاد ات قرآنیہ میں بھی آپکو بے دلیل ادعا مجاز کا اختیار ہے۔ اور یہ جو ائمہ لغت نے اسکی تفسیر امام و قدام سے کی ہے۔ اسکی نسبت کیا ارشاد ہے کیا کتب لغت کی وضع بیان مجازات کو ہوئی ہے۔ پھر بفرض باطل غلط و محال اگر تسلیم بھی کرلیا جائے کہ آپ کا ہی قول صحیح ہے اور صرف محاذات معنی مجازی ہے تو جب فقہا کے کلام میں جو اس بین یدیہ کی تفسیر خود اُنھیں نے یہ معنی مجازی کردی تو آپکو اُس سے عدول کا کیا رستہ رہا۔ ملاحظہ ہو فاتح شرح قدوری جسمیں اسی بین یدی کی تفسیر ای فی حذائہ موجود ہے۔ تحریر مذکور میں ہے علے الباب اس معنی میں صریح نہیں جو قرب کے منافی ہو۔ اقول قرب مخصوص بدایونی کے تو ضرور منافی ہے۔ وہ داخل مسجد اذان چاہتا ہے یہ خارج میں۔ پھر کیا داخل و خارج متحد ہیں۔ تحریر مذکور میں ہے ہر دروازہ کا خارج ہونا کیا ضرور۔ اقول کتنی بار بتا دیا کہ دروازہ مسجد مسجد یعنی موضع صلوۃ سے ضرور خارج ہے اور اذان کو خارج مسجد ہونے میں اسقدر درکار ہے یہی ہمارا مدعا ہے۔ اذان من اللہ کو بنظر انصاف غور سے پڑھیے۔ جناب مفتی صاحب یہ آپکے وہ چند اقوال ہیں جنکو فقیر کے رسالہ سے تعلق تھا۔ اسمیں جو ایرادات آپکے فتوائے سابقہ پر کیے گئے ہیں اُنسے جواب کا نام لیا تھا لہذا انکا جواب حاضر کردیا گیا کہ ظاہر ہو انکے نظر میں یہ نہو کہ فلاں ایرادات کا جواب دیدیا گیا ہے۔ و حسبنا ربنا و نعم الوکیل والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی جمیع الانبیاء والمرسلین خصوصاً علی سیدھم و افضلھم سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی الہ و اصحابہ و ازواجہ و ذریاتہ واتباعہ علینا معھم وبھم ولھم اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین آمین آمین آمین


AZAD
M.U
LIBRARY
ULANA


LIBRARY